حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار صحابہؓ میں سے
ایک جلیل القدر، افقہ الصحابہ کی سیرت، فضائل اور مناقب

مؤلف
مولانا عمران اشرف عثمانی

بیت العلوم
۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون ۳۷۳۵۲۴۸۳

کتاب	=	حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ
مؤلف	=	مولانا عمران اشرف عثمانی صاحب
باہتمام	=	محمد ناظم اشرف
کمپوزنگ	=	محمد اشرف (راز کمپیوٹر)
ناشر	=	بیت العلوم — ۲۰ نابھہ روڈ، چوک پرانی انارکلی، لاہور فون: ۷۳۵۴۲۲۸۳

﴿ملنے کے پتے﴾

بیت العلوم	=	۲۰ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی، لاہور
ادارہ اسلامیات	=	۱۹۰ انارکلی، لاہور
ادارہ اسلامیات	=	موہن روڈ چوک اردو بازار، کراچی
دارالاشاعت	=	اردو بازار کراچی نمبر ۱
بیت القرآن	=	اردو بازار کراچی نمبر ۱
ادارۃ القرآن	=	چوک لسبیلہ گارڈن ایسٹ کراچی
ادارۃ المعارف	=	ڈاک خانہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۴
مکتبہ دارالعلوم	=	جامع دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۴

فہرست

عرض ناشر

الحمد للہ و کفی و صلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ رحمۃ للعالمین ﷺ کے ان جلیل القدر صحابہؓ میں سے ایک تھے۔ جنھیں براہ راست رسول اللہ ﷺ سے بہت کچھ حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ آنحضرت ﷺ کی تربیت کے سائے میں اپنی ظاہری و باطنی اصلاح کے ساتھ ساتھ فقہی مسائل کی باریک بینی اور پر پیچ مسائل میں اعلیٰ درجہ کی بصیرت آپؓ کا وصف خاص تھا۔

دراصل اصحاب رسول ﷺ میں کچھ لوگ تو حدیث کے حفظ اور اس کی کتابت میں مصروف کار تھے، اور کچھ اصحاب نصوص شرعیہ سے احکام و مسائل کے استنباط و استدلال میں مشغول تھے، اُن کا اوڑھنا بچھونا ہی قرآن و احادیث کو سمجھ کر اُن سے فقہی مسائل کا اخذ کرنا تھا۔ ان حضرات میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا نام سرفہرست ہے۔ آپ کی گرانقدر فقہی خدمات کی ہی بنا پر فقہا اور اہل فن کی نظر میں آپ افقہ الصحابہ کے لقب سے مشہور و معروف ہیں۔

میرے برادر عزیز محترم جناب مولانا عمران اشرف عثمانی مدظلہ جو شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ کے بڑے صاحبزادے ہیں اور ماشاء اللہ اقتصادیات اور اسلامی بینکنگ پر بصیرت رکھتے ہیں۔ انھوں نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے حالات، سیرت اور واقعات کو بڑے آسان اور سبق آموز انداز میں جمع کیا ہے۔ اُن کی یہ تالیف مضامین کی شکل میں ماہنامہ البلاغ میں قسط وار شائع ہو کر مقبول عام ہوتی رہی ہے۔

احقر کی خواہش پر بیت العلوم کو اس کی طباعت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ ہم مولانا موصوف کے ممنون ہیں جنہوں نے ہمیں اس کی نہ صرف اجازت عطا فرمائی بلکہ کئی چیزوں کی طرف رہنمائی بھی فرمائی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولانا موصوف کے اس علمی کام کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے۔ اور اس کے مؤلف، ناشر اور جملہ کارکنان کو صدقہ جاریہ میں شریک فرمائے۔ آمین۔

احقر محمد ناظم اشرف

خادم الطلبا جامعہ اشرفیہ لاہور۔

۱۸-۰۱-۲۰۰۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ

آپ کا نام و نسب

آپ کا اسمِ گرامی عبداللہ اور والد کا نام مسعود ہے، اور سلسلہ نسب یوں ہے۔ ابن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمخ ابن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن حارث بن تمیم بن سعد ابن ہذیل ابن درکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن عدنان" آپ کی کنیت" ابو عبدالرحمن الہذلی" ہے۔ اور آپ مکہ مکرمہ کے رہنے والے ہیں[1]۔" آپ کے والد کا انتقال زمانہ جاہلیت میں ہی ہوگیا تھا۔ البتہ والدہ صاحبہ اسلام لائیں[2]۔

والدہ کا نام

اُمِ عبد ہے اور والدہ کی طرف سے نسب یوں ہے۔ عبداللہ ابن امِ عبد بنت ودّ بن سواء بن قریم بن صاہلہ بن کاہل بن حارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل۔ اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی نانی کا نام ہند بنت عبد بن الحارث بن وہرۃ بن کلاب اور ان کا تعلق قبیلہ بنی زہرۃ سے ہے[3]۔

---

[1] الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج نمبر ۳ ص ۱۵۰ (البدریین من المہاجرین) مطبوعہ بیروت، و سیر اعلام النبلاء ج نمبر ۱ ص ۴۶۱ (مطبوعہ بیروت)۔ [2] فتح الباری ج نمبر ۷ ص ۱۰۳۔ [3] طبقات ابن سعد ج نمبر ۳ ص ۱۵۰۔

آپ کی کنیت

آپ کی کنیت ابوعبدالرحمن ہے۔ علقمہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے میری کنیت ابوعبدالرحمن میرے بچہ پیدا ہونے سے پہلے رکھ دی تھی۔[1] چنانچہ جب آپ کا لڑکا ہوا تو اس کا نام عبدالرحمن رکھا گیا۔ اور اسی طرح آپ کی کنیت والدہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے ابن ام عبد بھی ہے اور یہی زیادہ مشہور ہے۔[2]

حضور اکرم ﷺ کا سب سے پہلا دیدار

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ خود بیان فرماتے ہیں کہ میں اپنے چچاؤں (یا اپنی قوم کے چند لوگوں) کے ساتھ خوشبو کی خرید وفروخت کے سلسلہ میں مکہ آیا۔ حضرت عباسؓ جو خوشبو اور عطریات کی تجارت کیا کرتے تھے۔ میں ان کے پاس پہنچا وہ اس وقت زمزم کے کنویں کے پاس تھے خریداری کی گفتگو کے لیے ہم بھی وہیں بیٹھ گئے، اتنے میں دیکھا کہ ایک صاحب باب الصفا سے داخل ہوئے، نہایت گورا رنگ جو سرخی لیے ہوئے تھا۔ سامنے کے دانت بڑے چمکیلے، سینہ سے ناف تک باریک بالوں کی دھاری، ہتھیلیاں گوشت سے بھری بھری۔ داڑھی گھنی، سفید لباس میں ملبوس اور چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکدار، داہنی جانب ایک خوبصورت کم عمر لڑکا تھا۔ اور پیچھے ایک خاتون جو اپنے آپ کو ڈھانکے ہوئے تھیں، تینوں حجر اسود کے پاس آئے اور انہوں نے بالترتیب اس کو بوسہ دیا پھر سات مرتبہ بیت اللہ کے گرد چکر لگائے، اس

---

[1] مستدرک الحاکم ۳/۳۱۳۔ [2] سیر اعلام النبلاء ج نمبر ۱ ص ۴۶۲۔

کے بعد رکن یمانی کے سامنے آ کر ہاتھ اٹھائے، تکبیر کہی، قیام کیا، رکوع کیا، ہم نے مکہ میں یہ نئی بات دیکھی جو بڑی عجیب معلوم ہوئی، ہم حضرت عباسؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا ابوالفضل! یہ دین ہمارے لیے نیا ہے۔ جس کو ہم نہیں جانتے۔ عباسؓ بولے۔ ''ہاں آپ لوگ اس کو نہیں جانتے ہوں گے، یہ میرے بھتیجے محمدؐ بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ان کے ساتھ جو لڑکے ہیں وہ علیؓ ابن ابی طالب ہیں اور عورت خدیجہؓ بنت خویلد ہیں۔ جو محمدؐ بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ ہیں[1]۔

آپ کا حلیہ

آپ کا جسم بہت ہلکا پھلکا تھا اور آپ نحیف الجثہ تھے۔ ابن عتبہ کہتے ہیں عبد اللہ ابن مسعودؓ نحیف الجسم اور چھوٹے قد کے مالک تھے رنگ گندمی مائل تھا اور خضاب نہیں لگاتے تھے۔

اسی طرح امام اعمش ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ ابن مسعودؓ دبلے اور بہت ذکی تھے[2]۔ ابن خزیمہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ ابن مسعودؓ گندمی رنگ کے تھے۔ بدو معلوم ہوتے تھے۔ بہت ہلکا جسم تھا[3]۔

ابن بریم کہتے ہیں کہ عبداللہ ابن مسعودؓ کے بال کانوں کے اوپر آتے تھے اور ایسے چپکے ہوتے گویا ان کو شہد سے جمایا گیا ہو اور پیچھے کی طرف سے حضرت ابن مسعودؓ کے بال گردن تک پہنچتے تھے اور جب آپؓ نماز پڑھتے تو اپنے بالوں کو کانوں کے پیچھے کر لیا کرتے تھے[4]۔

---

[1] سیر اعلام النبلاء ج نمبر ا ص ۴۶۳۔ [2] سیر اعلام النبلاء ج نمبر ا ص ۴۶۲۔ [3] اتحاف المہرۃ فی اطراف العشر ج نمبر ۷ ص ۳۵۴ و ''عبداللہ ابن مسعود اور ان کی فقہ'' ص ۲۹۔ [4] طبقات ابن سعد ج نمبر ۳ ص ۱۵۸۔

قبیلہ

عرب میں عزت کا بڑا ذریعہ شعر و شاعری تھا۔ قبیلہ کا لیڈر وہی ہوا کرتا تھا جو اچھے شعر کہتا ہو آپ کا تعلق قبیلہ ہذیل سے ہے اس قبیلہ میں بہت سے شاعر گذرے ہیں۔ آپ کے قبیلے کے شعراء کے اشعار کو مختلف کتب میں جمع کیا گیا ہے ان کو اتنی اہمیت دی گئی ہے کہ ان کو درساً درساً پڑھا جاتا تھا۔ چنانچہ امام اصمعیؒ نے امام شافعیؒ سے اشعار الہذلیین کا درس لیا۔[1] اس کے علاوہ عرب کا مشہور قبیلہ بنولحیان بھی قبیلہ ہذیل ہی کی شاخ تھا ان وجوہ سے اس قبیلہ کا معزز قبائل میں شمار ہوتا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ کی والدہ ماجدہ کا تعلق بھی قبیلہ ہذیل سے ہے جب کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی نانی کا نام ہند بنت عبدالحارث بن زہرۃ بن کلاب ہے اور ان کا تعلق بنی زہرہ کے قبیلے سے ہے۔ حضرت عبداللہؓ کے والد مسعود بعد میں قبیلہ بنوزہرۃ کے عبد بن حارث بن زہرۃ کے حلیف بنے اس لیے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے قبیلہ (ہذیل) کا بنی زہرۃ کے حلفاء میں شمار ہوتا ہے۔“[2]

واقعہ قبول اسلام

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اپنے قبول اسلام کا دلچسپ واقعہ خود بیان فرماتے ہیں کہ میں ابتدائی جوانی کی عمر کا لڑکا تھا اور عقبہ ابن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا، (عربوں کی یہ تہذیب بہت قدیم تھی اور برسوں سے چلی آ رہی تھی کہ بچہ خواہ اونچے طبقہ کا ہو یا نچلے طبقے کا، اس سے عموماً بکریاں ضرور چرواتے تھے۔ کیونکہ اس سے صبر و

[1] تذکرہ امام شافعیؒ و عبداللہ ابن مسعودؓ اور ان کی فقہ۔ [2] طبقات ابن سعد ج نمبر ۳ ص ۱۵۰۔

مشقت سہنے کی عادت اور جفاکشی پیدا ہوتی ہے۔ تقریباً تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے بکریاں چرائی ہیں۔ خود آنحضرت ﷺ نے بھی بچپن میں بکریاں چرائیں، انہی وجوہ سے حضرت ابن مسعودؓ بھی بکریاں چراتے تھے۔) کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ تشریف لائے۔ آپ کے ہمراہ حضرت ابو بکرؓ تھے اور آپ دونوں مشرکین سے بھاگ کر آئے تھے۔ آپ حضرات نے مجھ سے فرمایا "لڑکے! تمہارے پاس کچھ دودھ ہوگا؟ جو ہمیں سیراب کر سکے؟ میں نے جواب دیا کہ یہ بھیڑیں میرے پاس امانت ہیں۔ اس لیے میں آپ دونوں کو دودھ نہیں پلا سکتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "کیا تیرے پاس کوئی ایسی بکری ہے جسے نر سے واسطہ نہ پڑا ہو؟" "جی ہاں ہے۔" چنانچہ ایک ایسی بکری میں آپ دونوں کے پاس لے آیا، حضور ﷺ نے اسے باندھا اور تھن پر ہاتھ پھیرا، اور دعا فرمائی تو تھن دودھ سے بھر گئے اور حضرت ابو بکرؓ ایک ایسا پتھر لے کر آئے جس کے بیچ میں گڑھا تھا انہوں نے اس میں دودھ دوھا۔ یہ دودھ ابو بکرؓ اور میں نے پیا۔ پھر حضور ﷺ نے تھنوں کو حکم دیا "سکڑ جا! تو وہ سکڑ گئے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ بعد میں میں حضور اکرم ﷺ کے پاس گیا اور میں نے کہا کہ مجھے اس دعا کی تعلیم دیجیے؟ حضور ﷺ نے فرمایا۔

"انّکَ غلام مُعلَّم" یعنی "تم تو تعلیم یافتہ لڑکے ہو۔"

عبداللہ ابن مسعودؓ کے دل پر اس واقعہ کا بڑا اثر ہوا اور آپ نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے اس قول کے سبب میں نے آپ کی زبان سے ستر سورتیں حفظ کر لی تھیں [1]

---

[1] طبقات ابن سعد ج نمبر ۳ ص ۱۵۰، واخرجہ مسند احمد ابن حنبل ۳۷۹/۱۔

آپ کا شمار سابقین اوّلین میں

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا شمار ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں ہوتا ہے جو السابقون الاوّلون کہلاتے ہیں یعنی جو بالکل شروع میں اسلام لے آئے تھے چونکہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اس وقت اسلام لائے جب صرف پانچ افراد مسلمان ہوئے تھے اور جب حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اسلام لائے تو ان کو ملا کر اسلام لانے والے چھ ہو گئے تھے اس لیے خود حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ میں نے اپنے آپ کو مسلمانوں میں سے چھٹا مسلمان دیکھا ہے۔ جبکہ ہمارے علاوہ روئے زمین پر کوئی مسلمان نہیں تھا۔[۱]

وہ صحابہ جو السابقون الاوّلون کہلاتے ہیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس سے ان حضرات کی عظمت صاف ظاہر ہوتی ہے اور ان کے لیے اس آیت میں جنت کی بشارت بھی ہے۔

﴿والسّابقون الأوّلون من المهاجرين والانصار و الّذين اتبعوهم باحسان، رضى الله عنهم و رضوا عنه و أعدلهم جنّاتٍ تجرى تحتها الأنهار خالدين فيها أبداط ذلك الفوز العظيم۝﴾

"اور جو مہاجرین اور انصار (ایمان لانے میں سب امت سے سابق اور مقدم ہیں اور (بقیہ امت میں) جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ (ایمان لانے میں) ان کے پیرو ہیں۔ اللہ ان سب سے

---

[۱] سیر اعلام النبلاء ج نمبر ۱ ص ۴۶۲ و مستدرک الحاکم ج نمبر ۳ ص ۳۱۳۔ عن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعودؓ۔

راضی ہوا اور وہ سب اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے
لیے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں
گی، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔"
(سورہ توبہ آیت نمبر ۱۰۰، پارہ نمبر ۱۱ ترجمہ ماخوذ از معارف القرآن جلد چہارم)

اسی طرح ایک روایت میں یزید بن رومان فرماتے ہیں کہ "حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ حضور اکرم ﷺ کے دار الارقم ؏ میں داخلے سے قبل ہی مسلمان ہو گئے تھے۔[1]

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ہی کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ آپ نے مکہ مکرمہ میں اعلانیہ قرآن شریف کی تلاوت کی اور باآوازِ بلند لوگوں کے سامنے قرآن پڑھا ورنہ اس وقت تک صحابہ کرام چھپ چھپ کر اور آہستہ قرآن شریف پڑھتے تھے۔

اس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ صحابہؓ جمع ہوئے اور آپس میں مشورہ کیا کہ اب تک قرآن کو قریش نے بالکل نہیں سُنا اور کوئی ایسا شخص ہونا چاہیے جو اس پُر خطر فرض کو پورا کرے اور قریش کے سامنے بلند آواز سے قرآن پڑھے اور وہ سنیں، تا کہ اس سے اسلام کی تبلیغ و اشاعت ہو سکے۔

؏ دار الارقم: یہ حضرت ارقم ابن ابی ارقم رضی اللہ عنہ کا مکان تھا یہ وہ صحابی ہیں جن کا شمار بھی سابقین اولین میں ہوتا ہے ان کا مکان صفا پہاڑی کے اوپر واقع تھا۔ جب مسلمانوں کو فریضہ نماز و عبادات وغیرہ کی آزادی نہ تھی اور کفار مکہ حرم شریف میں نماز پڑھنے سے منع کرتے تھے تو مسلمانوں نے حضرت ارقمؓ کے گھر میں جمع ہو کر نماز پڑھنا شروع کیا تھا لیکن جب حضرت عمر فاروقؓ اسلام لائے تو مسلمانوں کو مکمل آزادی ہو گئی۔ پھر صحابہ جہاں جی چاہے نماز پڑھتے تھے۔

---

[1] سیر اعلام النبلاء ج نمبر ۱ ص ۴۶۳۔

اس پر فوراً عبداللہ ابن مسعودؓ کھڑے ہوئے اور کہا کہ "خدا کی قسم اب تک قریش نے قرآن نہیں سنا اور میں جا کر ان کو قرآن سناؤں گا۔ صحابہ کرام نے جب یہ سنا تو کہا کہ ہمیں ڈر ہے کہیں کفار کچھ کر نہ دیں ہم چاہتے ہیں کہ ایسا آدمی ان کو جا کر قرآن سنائے جس کا قبیلہ اور خاندان بڑا ہو اور اس کا قبیلہ اس کی حمایت کرے تاکہ وہ ان مشرکین کے دستِ ستم سے محفوظ رہیں اور کفار اس کو مار نہ سکیں۔

لیکن عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ "نہیں، میں ضرور جاؤں گا اور ان کے سامنے زور سے قرآن پڑھوں گا تاکہ وہ سنیں۔ چنانچہ اگلے دن چاشت کے وقت جب کفار ایک جگہ جمع تھے آپؓ ان کے پاس تشریف لے گئے اور وہاں زور سے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے بعد الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ سے پڑھنا شروع کر دیا۔ کفار نے آپ کو مڑ کر دیکھا اور آپس میں کہنے لگے کہ آج یہ ابن ام عبد کیا کہہ رہا ہے؟ اور سب سننے لگے، ایک آدمی بولا کہ یہ تو اس قرآن کو پڑھ رہا ہے۔ جس کو محمدؐ لے کر آئے تھے۔ کفار کا یہ سننا تھا کہ فوراً حضرت عبداللہؓ پر ٹوٹ پڑے اور مارنا شروع کر دیا اور اس قدر مارا کہ چہرہ ورم کر آیا۔

لیکن کفار کی اس اذیت رسانی سے آپ کے اندر اور جوش و جذبہ پیدا ہوا اور آپ ان کے مارنے کے باوجود مسلسل قرآن پڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کو جتنا پڑھنا تھا پڑھ کر واپس صحابہ کرامؓ کے پاس آئے۔ صحابہؓ نے آپ کے چہرہ پر ضربات کے آثار دیکھے تو کہا کہ "اسی لئے ہم ڈرتے تھے کہ کہیں تمہیں مارنے نہ لگ جائیں۔" آپ نے کہا کہ اب تو اللہ تعالیٰ کے ان دشمنوں کے سامنے میرے لیے قرآن پڑھنا اور آسان ہو گیا ہے اور اگر تم چاہو تو کل میں پھر اسی طرح ان کے مجمع میں جا کر قرآن

کریم کی تلاوت کروں۔ لوگوں نے کہا "بس اس قدر کافی ہے کہ جس کا سننا وہ ناپسند کرتے تھے۔ اس کو تم نے بلند آواز کے ساتھ ان کے کانوں تک پہنچادیا"۔[۱]

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کو سات خاص رفقاء اور وزراء عطاء کیے جاتے ہیں۔ مگر مجھے چودہ دیئے گئے اور وہ یہ ہیں۔ "حمزہ، ابوبکر، عمر، عثمان، علی، جعفر، حسن، حسین، عبداللہ ابن مسعود، ابوذر، مقداد، حذیفہ، عمار اور سلمان فارسی[۲] (رضی اللہ عنہما)

ہجرتِ حبشہ

مشرکین کے ظلم واستبداد کی جب کوئی حد نہ رہی اور مشرکین نے جب یہ دیکھا کہ مسلمانوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے تو وہ متفقہ طور پر مسلمانوں کو ایذاء پہنچانے پر تل گئے اور طرح طرح سے مسلمانوں کو ستانا شروع کیا تا کہ جو مسلمان نئے نئے اسلام لائے ہیں اسلام سے پھر جائیں تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

﴿تفرقوا فی الارض فان اللہ سیجمعکم﴾

"تم زمین پر پھیل جاؤ"

(یعنی چلے جاؤ) عنقریب اللہ تمہیں جمع کرے گا...... صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے عرض کیا کہ "ہم کہاں جائیں؟" تو حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا "وہاں" اور اشارہ حبشہ کی زمین کی طرف تھا۔[۳]

حبشہ کے فرمانروا کو نجاشی کہتے تھے اور اس کے عدل وانصاف کی شہرت تھی

---

[۱] اسد الغابۃ ج نمبر۳ ص ۳۵۷۔ [۲] سیر اعلام النبلاء ج نمبر۱ ص ۴۸۲۔ واخرجہ الترمذی فی المناقب ۳۷۸۷۔ وفیہ کثیر النواء وھو ضعیف"۔ [۳] عیون الاثر ج نمبر۱ ص ۱۳۳۔

صحابہ کرامؓ جاں نثاران اسلام تھے وہ ہر طرح سے تکلیف جھیل سکتے تھے اور پھر بھی ان کا پیمانۂ صبر لبریز نہ ہوتا لیکن مکہ مکرمہ میں رہ کر فرائض اسلام کا آزادی سے بجالانا ناممکن نہ تھا اسی سبب سے حضورؐ نے ہجرت حبشہ کا حکم فرمایا تھا۔

حبشہ کی طرف دو ہجرتیں ہوئیں

پہلی ہجرت

اس میں گیارہ مرد اور چار عورتیں شامل تھیں، سب سے پہلے ہجرت کرنے والے حضرت عثمانِ غنیؓ ہیں آپ کے ساتھ حضرت رقیہؓ جو آپ کی زوجہ محترمہ اور آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی ہیں انہوں نے بھی ہجرت کی۔ وہ چار عورتیں جنہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ان کے اسماء گرامی یہ ہیں، (۱) رقیہ بنت النبی ﷺ، (۲) سہلہ بنت سہلؓ (زوجہ ابوحذیفہ ابن عتبہ)، (۳) اُمِ سلمٰی بنت ابی اُمیہ (زوجہ ابی سلمہ)، (۴) لیلٰی بنت ابی حثمۃ (زوجہ عامر بن ربیعہؓ)۔

اور گیارہ مرد حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں (۱) حضرت عثمانِ غنیؓ (۲) عبدالرحمٰن بن عوفؓ (۳) زبیر بن العوامؓ (۴) ابوحذیفہ بن عتبہؓ (۵) مصعب بن عمیرؓ (۶) ابوسلمہ بن عبد الاسدؓ (۷) عثمان بن مظعون (۸) عامر بن ربیعہ (۹) سہیل بن بیضاء (۱۰) ابوسبرۃ بن ابی رہم العامری یا حاطب بن عمرو العامری (۱۱) حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہما)

حبشہ کے مہاجرین اوّل کی تعداد اور ان کے تعین میں اختلاف ہے، شروع

کے نو افراد میں تو سب کا اتفاق ہے کہ یہ شریک ہجرت رہے البتہ واقدیؒ فرماتے ہیں کہ بقیہ تین افراد بھی شریک رہے ہیں اور ان کے نزدیک ابو سبرۃ (جو دسویں نمبر پر ہیں) کے علاوہ حاطب بن عمرو بھی شریک ہجرت تھے اس طرح ان کے نزدیک شرکاء کی تعداد بارہ ہو جاتی ہے۔ لیکن حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ نے شرکاء ہجرت کی تعداد گیارہ بتائی ہے اور یہ ذکر کیا ہے کہ ابن اسحاق نے مردوں میں دس آدمیوں ہی کا نام لیا ہے، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے متعلق وہ یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ یہ ہجرت اولیٰ میں نہیں بلکہ ہجرت ثانیہ میں شریک تھے اور دسویں فرد کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ ابو سبرۃ ہیں یا پھر حاطب بن عمرو ہیں۔

(فتح الباری ج نمبر۷ ص ۱۸۹۔)

لیکن ابن سعد نے انہی تمام مہاجرین کا نام لیا ہے جن کو واقدی نے ذکر کیا ہے (یعنی مذکورہ اسماء میں سے تمام حضرات جو بارہ بنتے ہیں) اور ان میں عبداللہ بن مسعودؓ کو بھی شامل کیا ہے۔

(طبقات ابن سعد ج نمبر۳ ص ۱۵۱)

اور طبقات ابن سعد میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے حبشہ کی طرف دو ہجرتیں کی ہیں۔ ان دو ہجرتوں کا واقعہ یہ ہے کہ رجب ۵ھ میں جب مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے اور وہاں مقیم ہو گئے تو کچھ عرصہ کے بعد حبشہ میں یہ افواہ پھیل گئی کہ اہل مکہ اسلام لے آئے ہیں، جب یہ خبر وہاں پہنچی تو سب مہاجرین نے واپس مکہ مکرمہ کی طرف رخ کرنا شروع کر دیا۔ لیکن جب مکہ مکرمہ پہنچے تو پتہ چلا کہ یہ خبر غلط تھی۔

(فتح الباری ج نمبر ۷ ص ۱۸۹) لے

اس لیے بعض تو فوراً حبشہ چلے گئے اور بعض چھپ چھپا کر مکہ آ گئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ چھپ کر مکہ آئے اور چند دن قیام فرما کر دوسری بار پھر حبشہ کی طرف ہجرت کر لی۔

دوسری ہجرت

اس دفعہ مشرکین نے پہلے سے زیادہ ستانا شروع کیا۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت دے دی دوسری ہجرت میں مہاجرین کی تعداد اسی (۸۰) افراد سے زائد تھی ۲ے خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

﴿بعثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی النجاشی ثمانین رجلاً انا و جعفر و ابو موسیٰ و ابن ھشام و عبداللہ بن عرفطہ و عثمان بن مظعون و بعثت قریش عمرو بن العاص و عمارۃ بن الولید بھدیۃ فقدم علی النجاشی فلما دخلا سجدا لہ ثم ابتدراہ عن یمینہ و عن شمالہ ثم قالا لہ: ان نفراً من بنی عمنا نزلوا

لے اس افواہ کے پھیلنے کا بعض مورخین نے یہ سبب بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ حرم کی شریف میں سورہ والنجم کی آخری آیات کی تلاوت فرما رہے تھے اور مشرکین مکہ بھی وہیں تھے آپؐ افرءیتم اللات والعزیٰ پڑھتے ہوئے اس سورہ کے مقام سجدہ پر پہنچے اور آیت سجدہ تلاوت کرنے کے بعد سجدہ میں چلے گئے چونکہ پچھلی آیت میں لات اور عزیٰ کا نام آیا تھا اس لیے مشرکین بھی حضورؐ کے ساتھ سجدہ میں چلے گئے اور یہ بات مشہور ہو گئی کہ تمام مشرکین مکہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ ۲ے فتح الباری ج نمبر ۷ ص ۱۸۹۔

ارضك و رغبوا عنا و عن ملّتنا، قال "فاين هم"؟ قال: "هم في ارضك" فابعث اليهم، فبعث اليهم، فقال جعفر انا خطيبكم اليوم فاتبعوه، فسلم ولم يسجد، فقالوا له مالك لا تسجد للملك؟ قال أنا لا نسجد إلّا الله عزوجل قال، وما ذالك؟ قال، ان الله عزوجل بعث الينا رسوله صلى الله عليه وسلم و امرنا أن لا نسجد لاحد الا الله عزوجل و امرنا بالصلوة والزكوة، قال عمرو بن العاص: فانهم يخالفونك في عيسى بن مريم، قال ماتقولون في عيسى بن مريم، وامه، قال نقول كما قال الله عزوجل: هو كلمة الله و روحها لقاها الى العذراء البتول التي لم يمسسها بشر و لم يفرضها ولد، قال: فرفع عوداً من الارض ثم قال يا معشر الحبشي القسيسين والرهبان والله ما يجدون على الذى نقول فيه ما يسوى هذا، مرحباً بكم و بمن جئتم من عنده اشهدأنه رسول الله فانه الذى تجد فى الانجيل وانه الرسول الذى بشربه عيسى بن مريم إنزلوا حيث شئتم و الله لو لا ما أنا فيه من الملك لأتيته حتى أكون انا احمل نعليه وأوضيه، وامر بهدية الآخرين.

فردت الیھما۔ا

"حضور ﷺ نے ہم اسی ۸۰ افراد کو نجاشی (فرمانروائے حبشہ) کے پاس بھیجا میں، جعفر، ابوموسیٰ، ابن ہشام، عبداللہ بن عرفطہ اور عثمان بن مظعون وغیرہ تھے اور قریش نے عمرو بن العاص (جواب تک اسلام نہ لائے تھے) اور عمارۃ بن الولید کو ہدیہ دے کر حبشہ بھیجا تو وہ دونوں نجاشی کے پاس آئے جب اس کے پاس پہنچے تو اس کو سجدہ کیا اور دونوں جلدی جلدی کر کے ایک نجاشی کے دائیں اور دوسرا بائیں بیٹھ گیا پھر اس سے کہا: کہ بے شک کچھ قوم ہمارے چچازادوں میں سے تمہارے ملک میں آگئی ہے جس نے ہمارے مذہب کو چھوڑ دیا ہے، نجاشی نے پوچھا وہ کہاں ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ آپ کے وطن میں ہیں ان کو بلوانے کے لیے کسی کو بھیجیے تو نجاشی نے ان کو بلوایا (جب وہ آگئے تو) جعفر نے کہا کہ، آج کا خطیب میں ہوں تو تمام مسلمانوں نے ان کی بات مان لی تو جعفر نے بادشاہ کو سلام کیا لیکن سجدہ نہ کیا لوگوں نے کہا کہ بادشاہ کو سجدہ کیوں نہیں کرتے انہوں نے جواب دیا کہ ہم سوائے اللہ عزوجل کے کسی کو سجدہ نہیں کرتے: انہوں نے پوچھا کیوں نہیں کرتے؟ تو جعفرؓ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس اپنے رسول کو

ا۔ رواہ مسند احمد بن حنبل ج ۶ ص ۱۸۵، حدیث نمبر ۴۴۰۰۔

بھیجا ہے اور ہمیں حکم دیا کہ کسی کے لیے سوائے اللہ کے ہم سجدہ نہ
کریں اور ہمیں نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا بھی حکم دیا، عمرو بن
العاصؓ نے کہا کہ یہ لوگ (صحابہ کرامؓ) حضرت عیسیٰ ابن مریم
کے بارے میں تمہاری مخالفت کرتے ہیں نجاشی نے کہا، تم لوگ
عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ جواب دیا کہ: ہمارا
کہنا وہی ہے جو اللہ کا فرمان ہے کہ وہ (عیسیٰ) اللہ کی روح ہیں
اور اللہ کا کلمہ ہیں۔ جس کو اللہ نے کنواری مریم (جس کو دنیا کی
کوئی رغبت نہ تھی) اور جس کو کسی انسان نے نہ چھوا تھا، پر نازل
کیا۔ نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا پھر کہا اے حبشہ کی قوم،
اے علماء و مشائخ و صوفیاء! تم کیا کہتے ہو؟ مجھ کو تو جعفر نے جو کچھ
کہا برا معلوم نہیں ہوتا اور حضرت جعفرؓ سے کہا مرحبا ہے تم کو اور جو
تمہارے ساتھ آئے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے
رسولؐ ہیں اور یہ وہی ہیں جن کو ہم انجیل میں پاتے ہیں اور یہ وہ
ہی رسول ہیں جس کی عیسیٰ ابن مریم نے بشارت دی تھی تم لوگ
جہاں چاہے رہو اور خدا کی قسم اگر میں بادشاہ نہ ہوتا تو میں ان
کے (حضور ﷺ) پاس ضرور آتا۔ اور ان کے جوتے اٹھاتا اور
ان کو وضو کراتا اور دوسرے (یعنی مشرکین) لوگوں کے ہدیہ
واپس کرنے کا حکم دیا تو ان ہدیوں کو لوٹا دیا گیا“

تیسری ہجرت

ادھر مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کی تعداد کے اضافہ کے ساتھ مصائب اور تکالیف میں بھی اضافہ ہونے لگا، یہاں تک کہ مشرکین مکہ کے خاص خاص لوگوں کے مباحثہ کے بعد یہ طے ہوا کہ حضور ﷺ کو قتل کر دیا جائے، تاکہ تمام مسلمانوں کا زور ٹوٹ جائے۔ چونکہ مشرکین مسلمانوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ سے بے حد پریشان تھے۔ اس لئے وہ چاہتے تھے کہ جلد سے جلد کوئی فیصلہ کر کے اس پر عمل کیا جائے ورنہ جب مسلمان زیادہ ہو جائیں گے تو ہم کچھ نہیں کر سکتے، ان تمام وجوہ سے انہوں نے مسلمانوں کے مصائب میں بے حد اضافہ کر دیا۔

تو آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا حکم دے دیا۔ تا کہ بلا مزاحمت دین کے احکام ادا کر سکیں۔ چنانچہ جب جب صحابہ کرامؓ کو موقع ملا چھپ چھپا کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر لی اور حضور ﷺ نے خود بھی حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

جب تمام مسلمانوں کے ہجرت کی خبر حبشہ پہنچی تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ چونکہ وہیں تشریف رکھتے تھے انہوں نے بھی ہمیشہ کے لیے مدینہ منورہ کو مامن و مسکن بنانے کا ارادہ کر لیا اور ہجرت کر کے ایسے وقت مدینہ پہنچے کہ غزوہ بدر بالکل تیار تھا۔ یہاں تک کہ اس میں شریک ہوئے اور جنت کی خوشخبری حاصل کی۔ اور بقیہ مہاجرین حبشہ میں سے تقریباً تیس سے زائد صحابہ کرام مکہ پہنچے[۱]

ان تمام واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کو تین

۱۔ فتح الباری ج نمبر ۷ ص ۱۹۰ فی تشریح حدیث نمبر ۳۸۷۵۔

ہجرتیں کرنے کی فضیلت حاصل ہے یہ وہ ہجرتیں ہیں جو آپؓ نے صرف اسلام کی خاطر اللہ تعالیٰ کی راہ میں کی ہیں۔ اسی وجہ سے آپ کو ذوھجرات ثلاثۃ (یعنی تین ہجرتوں والے) کہا جاتا ہے۔

بخاری شریف کی ایک حدیث میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ:

﴿کُنّا نسلّم علی النبیّ صلی اللّٰہ علیہ و سلم وھو یصلّی فیردّ علینا، فلمّا رجعنا مِن عند النجاشی سلّمنا علیہ، فلم یرد علینا، فقلنا یا رسول اللّٰہ! انّا کنّا نسلّم علیك فترد علینا؟ قال: "اِن فی الصلوٰۃ شغلاً"﴾[1] (رواہ البخاری)

"ہم حضور ﷺ کو حالت نماز میں سلام کرتے تھے۔ تو آپؐ ہم کو جواب (جواب سلام) دیتے تھے لیکن جب ہم نجاشی کے پاس سے لوٹے اور ہم نے بحالت نماز حضورؐ کو سلام کیا تو آپؐ نے نماز میں جواب نہیں دیا۔ تو ہم نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! ہم آپ کو سلام کرتے تھے تو آپ ہمیں جواب دیتے تھے؟ تو آپ نے فرمایا کہ نماز میں مشغولیت ہوتی ہے۔ (یعنی نماز کی مشغولیت کی وجہ سے اب نماز میں سلام کا جواب دینا جائز نہیں رہا۔)"

مؤاخات

مہاجرین جب مکہ مکرمہ سے صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے رشتہ داروں اور

---

[1] نقلہ فتح الباری ج نمبر ۷ ص ۱۸۸۔

عزیز و اقارب کو چھوڑ کر مدینہ منورہ آئے تو حضور اکرم ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے مابین مؤاخات (یعنی بھائی بنالینا) کا تعلق قائم کر دیا تھا۔

انصاری صحابہؓ نے اس موقع پر ایثار کی عجیب و غریب مثالیں قائم فرمائیں۔ انصاری بھائی اپنے مہاجر بھائی کو اپنے تمام سامان کا آدھا حصہ دے دیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ بعض انصاری صحابہؓ نے یہ بھی کیا کہ ان کے پاس دو بیویاں تھیں تو انہوں نے ایک کو طلاق دے کر دوسرے بھائی (مہاجر) کے نکاح میں دے دیا۔[1]

کئی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ جب حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ حبشہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ کے درمیان مواخات قائم فرمائی تھی۔ چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کے یہاں قیام کیا۔[2]

آپ کے لیے مکان کا عطیہ

جب حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ آئے تو حضور اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اور آپؓ کے بھائی حضرت عتبہ بن مسعود کو رہائش کے لیے زمینیں عطا کی تھیں۔ جو مسجد نبوی سے متصل مسجد کی پشت پر واقع تھیں اور بنو زہرۃ کے افراد کو بھی کچھ زمینیں عطا کی تھیں جو حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی زمین سے متصل تھیں اور آپؓ نے ان زمینوں کے درمیان حد بندی کر دی تھی۔[3]

ایک دفعہ بنی زہرۃ کے قبیلے کے کسی فرد نے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے کہا

---

[1] بخاری شریف باب اخاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین المہاجرین والانصار) نقلاً فتح الباری ج نمبر ۷ ص ۱۱۲۔

[2] طبقات ابن سعد ج نمبر ۳ ص ۱۵۱ و ص ۱۵۲ [3] طبقات ابن سعد ج نمبر ۳ ص ۱۵۲۔ (بروایت عتبہ ابن مسعودؓ)۔

کہ "اے ابن ام عبد ہم سے دور چلے جائیں (اور یہاں نہ رہیں) تو حضور ﷺ نے فرمایا: کیوں؟۔۔۔ کیا اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لیے بھیجا ہے؟ بے شک اللہ تعالیٰ اس قوم کو برکت نہیں دیتا جو ضعیف کو اس کا حق نہ دے۔"[1]

ایک واقعہ

حضرت امّ موسیٰؒ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعودؓ کو مسواک لانے کے لئے درخت پر چڑھنے کا حکم فرمایا، جب آپ چڑھے تو صحابہ کرام آپ کی پتلی پتلی پنڈلیوں کو دیکھ کر ہنسنے لگے۔ حضورؐ نے دیکھا تو فرمایا "تم ایسے شخص (یعنی ابن مسعودؓ) پر ہنستے ہو حالانکہ ان کی پنڈلیوں کا وزن قیامت کے دن میزانِ عدل پر جبلِ اُحد سے بھاری ہوگا۔"[2]

آپ کا لباس

آپ کا لباس انتہائی سادہ لیکن نہایت ہی صاف ستھرا ہوا کرتا تھا اور عموماً آپ سفید کپڑے پہنا کرتے تھے۔ حضرت نفیع جو حضرت ابن مسعودؓ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ فرماتے ہیں:

﴿کان عبد اللہ ابن مسعود من اجود الناس ثوباً ابیض، من اطیب الناس ریحاً﴾

ع: یہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی کنیت تھی۔

---

[1] طبقات ابن سعد ج نمبر ۳ ص ۱۵۲۔ بروایت یحییٰ ابن جعدۃ (طبع فی بیروت) [2] طبقات ابن سعد ج نمبر ۳ ص ۱۵۵ طبع بیروت۔

"عبداللہ ابن مسعودؓ لوگوں میں بہترین تھے۔ سفید کپڑوں کو پہننے کے اعتبار سے، اور اچھی خوشبو لگانے کے اعتبار سے"

خوشبو کا شوق

بہت سی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو خوشبو کا بہت شوق تھا اور اگر کوئی آپ کو کسی وجہ سے نہ دیکھ سکتا تو وہ آپ کو آپ کے خوشبو لگانے کی وجہ سے پہچان لیا کرتا تھا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

﴿کان عبد اللہ یعرف باللیل بریح الطیب﴾

"حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کو رات میں خوشبو کے جھونکے کے سبب پہچان لیا جاتا تھا[۱]"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا اہتمام

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جمعہ کے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے تقریر فرما رہے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے کہا کہ "بیٹھ جاؤ" حضرت ابن مسعودؓ اس وقت دروازہ تک پہنچے تھے انہوں نے جب یہ سنا تو اپنے آقا کی تعمیل ارشاد میں فوراً وہیں دروازہ پر بیٹھ گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ابن مسعودؓ وہیں دروازہ پر بیٹھ گئے ہیں۔ تو آپ نے کہا "تعال یا عبد اللہ بن مسعود" یعنی اے ابن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم آگے آجاؤ۔[۲]

(رواہ ابوداؤد)

[۱] طبقات ابن سعد ج ۳۔ ص ۱۵۷۔ [۲] ایضاً۔ [۳] مشکوٰۃ المصابیح ج نمبر ا۔ ص ۱۲۲۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی خدمات

حضرت ابن مسعودؓ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی خصوصی خدمتیں آپ کے سپرد تھیں۔ حضرت عبدالرحمن بن عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہؒ فرماتے ہیں کہ

﴿كان عبد الله يلبس رسول الله نعليه ثم يمشي أمامه بالعصاء حتى اذا اتى مجلسه نزع نعليه فادخلهما في ذراعيه فأعطاه العصا فاذا اراد رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يقوم البسه نعليه ثم مشى بالعصا أمامه حتى يدخل الحجرة قبل رسول الله صلى الله عليه وسلم﴾[1]

"حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جوتے پہناتے، پھر عصا لے کر ان کے آگے چلتے۔ یہاں تک کہ مجلس آ جاتی تو دونوں جوتے اتار کر بغل میں دبا لیتے پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس سے کھڑے ہونے کا ارادہ فرماتے تو آپؐ کو (آپؐ کے) دونوں جوتے پہناتے پھر عصاء لے کر آپؐ کے آگے چلتے۔ یہاں تک کہ حجرۂ رسول میں حضورؐ سے پہلے داخل ہو جاتے۔"

ابوالملیح نے اس پر اتنا اضافہ کیا ہے۔ آپؐ سو جاتے تھے تو نماز کے لیے بیدار

[1] طبقات الکبریٰ لابن سعد ج نمبر ۳ ص ۱۵۳۔

کرنے کی خدمت ابن مسعودؓ کے سپرد تھی اور جب آپ ؐ سفر میں تنہا ہوتے تو ہتھیار سے مسلح ہو کر آپ ؐ کے ساتھ رہتے تھے۔

مسلم شریف کی ایک اور روایت ہے جس سے آپ ؐ سے آپؓ کے تقرب کا پتہ چلتا ہے۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ:

﴿قال رسول الله صلی الله علیه وسلم إذنك علیّ أن ترفع الحجاب و ان تستمع سوادی حتیٰ انهاك:۲﴾

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری طرف سے تمہیں اجازت ہے کہ (حجرہ کا) پردہ اٹھاؤ اور میری راز کی باتیں سنو یہاں تک کہ میں تمہیں منع نہ کردوں۔''

حضرت ابن مسعودؓ کی ان خدمات سے پتہ چلتا ہے کہ آپؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے۔ اسی لئے آپؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی اجازت دے دی تھی، کہ میرے رازوں اور خاص خاص پوشیدہ باتوں کو تم پردہ اٹھا کر سُن سکتے ہو جب تک کہ میں منع نہ کروں، انہی وجوہ کے پیش نظر آپؓ کو صاحب سواد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رازدار) بھی کہا جاتا ہے۔

اسی وجہ سے بعض حضرات جو نئے نئے مسلمان ہوئے تو جب وہ آپ کو اس قدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے اندر باہر آتے جاتے دیکھتے تو وہ حضرت

۲: ''عبداللہ ابن مسعود اور ان کی فقہ'' مطبع ندوۃ المصنفین (لاہور) ڈاکٹر حنیفہ رضی ج۲ رواہ مسلم ۲:۲ ۲۷ و نقلہ الامام احمد ابن حنبل فی مسندہ (ج نمبر۵ ص ۲۵۱ طبع مصر)۔

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے سمجھنے لگتے جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ جب میں اپنے بھائی کے ہمراہ یمن سے مدینہ آیا تو شروع شروع میں میں یہ سمجھا کہ ابن مسعودؓ اہل بیت میں سے ہیں کیونکہ ابن مسعودؓ اور ابن مسعودؓ کی والدہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اندر آتے جاتے دیکھ کر یہ شبہ ہوا کہ آپ اہل بیت میں سے ہیں۔"

غزوات میں شرکت

اسلام کے فرائض اور اعمال میں جہاد کا مقام کسی مسلمان سے مخفی نہیں۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اگرچہ جسمانی طور پر کمزور اور نحیف الجثہ تھے۔لیکن ہر جنگ اور ہر غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے اور اس کار عظیم میں کسی سے پیچھے نہ رہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر کے حالات کو ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ[۱] "میں جنگِ (بدر) میں کسی صف میں کھڑا تھا اچانک میری دائیں اور بائیں نظر پڑی تو میں نے دیکھا کہ عفراء کے دو بیٹے معاذ اور مُعوّذ میرے دائیں بائیں کھڑے ہیں اور یہ کم عمر لڑکے نظر آتے تھے۔ان دونوں میں سے کسی نے مجھ سے کہا[۲] "چچا! کیا آپ ابو جہل ابن ہشام کو جانتے ہیں؟" تو میں نے کہا "ہاں! میں جانتا ہوں۔" "لیکن میرے بھتیجو! تمہیں اس کی کیا ضرورت پڑ گئی؟" انہوں نے کہا "ہمیں پتہ چلا ہے کہ وہ (یعنی ابو جہل) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہتا ہے۔ پس خدا کی قسم اگر میں ابو جہل کو دیکھوں گا تو اسے قتل کر دوں گا۔ چاہے بعد میں خود ہی

[۱] کما فی طبقات الکبریٰ لابن سعد ج نمبر ۳ ص ۱۵۳ (طبع بیروت) [۲] نقلاً عن فتح الباری ج نمبر ۷ ص ۱۰۲۔

مر جاؤں" اسی طرح دوسرے لڑکے نے بھی مجھ سے یہی کہا اور ابوجہل کے بارے میں سوال کیا، اچانک میری نظر ابوجہل پر پڑی تو میں نے کہا "یہی ہے وہ ابوجہل جسے تم مارنا چاہتے ہو" وہ دونوں جلدی جلدی تلوار لے کر بھاگے اور اس کو تلوار سے مارا یہاں تک کہ وہ گر گیا[1] یہ دونوں بچے عفراء کے بیٹے تھے۔

جب جنگ ختم ہوگئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون شخص ہے جو ابوجہل کی خبر لائے؟" حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فوراً ابوجہل کو دیکھنے چل دیے یہاں تک کہ اس کو زمین پر گرا ہوا دیکھا، حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ "میں نے دیکھا کہ اس کے اندر زندگی کی آخری رمق باقی تھی تو میں نے اس کی داڑھی پکڑی اور کہا کہ "تم ہی ہو نا ابوجہل؟" اور میں نے اپنے پیر اس کی گردن پر رکھ دیے۔ عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مکہ میں اس نے مجھے پکڑ کر خوب گھونسے مارے تھے[2] پھر میں نے اس سے کہا کہ "اللہ تعالیٰ نے تجھے رسوا کر دیا" کہنے لگا: میں کیوں رسوا ہوتا؟ کیا قوم نے کبھی مجھ سے بڑا آدمی قتل کیا ہے؟ عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ سنا تو اس کا سر تن سے جدا کر دیا اور میں اس کے سر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آیا اور میں نے عرض کیا کہ یہ دشمنِ خدا ابوجہل کا سر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیران ہو کر فرمایا: "اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں؟" حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے قسم کھا کر ابوجہل کے قتل ہونے کا یقین دلایا۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مسعودؓ کا ہاتھ تھاما اور اس طرف چل دیے۔ جہاں ابوجہل کو قتل کیا گیا تھا۔ جب اس جگہ پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی

---

[1] عیون الاثر لابن سید الناس ج نمبر ۱ ص ۳۱۴ (مطبوعہ بیروت) [2] عیون الاثر ج نمبر ۱ ص ۳۱۴۔

(ابوجہل کی) لاش کے پاس کھڑے ہوئے اور تین مرتبہ یہ کلمات ادا فرمائے: "[۱] الحمد لِلّٰہِ الذی أعزَّ الإسلام و اھلہ"۔ یعنی میں اللہ عزوجل کی حمد کرتا ہوں جس نے اسلام اور اہلِ اسلام کو عزت بخشی ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہٗ کے اور بہت سے کارناموں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ابوجہل جو اسلام کا سب سے بڑا دشمن اور کافروں کا سردار تھا۔ اس کو قتل کرنے کا سہرا آپ ہی کے سر ہے۔

مشکوٰۃ شریف میں ایک روایت مذکور ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوجہل نے یہ بھی کہا تھا کہ "کاش مجھے کھیتی باڑی کرنے والے کے علاوہ کوئی دوسرا قتل کرتا"۔[۲]

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہٗ غزوہ بدر کے علاوہ غزوہ اُحد، خندق، خیبر نیز فتح مکہ وغیرہ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔[۳]

اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ جنگِ یرموک میں بھی شریک ہوئے۔ جو شام کو فتح کرنے کے لیے ۱۵ھ میں لڑی گئی۔[۴]

جنگِ اُحد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انتقال کی غلط خبر پھیلنے سے مایوسی کے نتیجے میں جو افراتفری پھیل گئی تھی، اس وقت بھی حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ثابت قدم رہے اور آپؐ کے ساتھ ساتھ رہے۔[۵]

غزوۂ حنین میں جب مسلمانوں میں بھگدڑ مچی تو سوائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اسی (۸۰) صحابہ کے بقیہ دس ہزار کی جماعت پیچھے ہٹ گئی۔ حضرت

---

[۱] یہ تمام واقعات فتح الباری ج نمبر ۷ ص ۲۹۵، اور عیون الاثر ج نمبر ۱ ص ۳۱۴ وغیرہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ [۲] مشکوٰۃ ج نمبر ۲ باب قسمۃ الغنائم ص ۳۵۲۔ [۳] ابن سعد ج نمبر ۳ ص ۱۵۲۔ [۴] اسد الغابہ ج نمبر ۳ ص ۲۵۶۔ [۵] زوائد ابن حبان و "عبداللہ ابن مسعود اور ان کی فقہ"۔ ص ۵۸۔

عبداللہ ابن مسعودؓ ان اسی (۸۰) صحابہ میں سے تھے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ فرماتے ہیں کہ ہم تقریباً اسی (۸۰) قدم پیچھے ہٹے ہوں گے پھر ہم اپنی جگہ ثابت قدم ہو گئے اور دیوانہ وار لڑنے لگے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بغلہ (خچر) پر سوار تھے۔ وہ آپ کو لے کر چل رہی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زمین کی طرف جھکے تو میں نے سبب دریافت کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا "مجھے ایک مٹھی خاک اٹھا کر دے دو۔" میں نے اٹھا کر دے دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مٹی کفار کی طرف پھینک دی اور ان کی آنکھیں مٹی سے بھر گئیں۔ پھر آپؐ نے مجھ سے فرمایا! کہ "مہاجرین اور انصار کہاں ہیں؟" میں نے اشارہ سے بتایا کہ وہ وہاں ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ان کو پکارو، میں نے ان کو زور سے پکارا تو وہ ہاتھ میں تلواریں لئے ہوئے آ گئے اور وہ یکایک مشرکین پر ایسے ٹوٹ پڑے کہ مشرکین پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگے، ان کی تلواریں ایسی چمک رہی تھیں جیسے بادل میں بجلی چمکتی ہے۔ اس موقع پر مشرکین بھاگ اٹھے اور ان کی فتح شکست سے بدل گئی ہے۔[1]

غزوۂ حنین سے قبل حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ صلح حدیبیہ میں بھی شریک رہے، آپؓ اس کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ جب ہم حدیبیہ سے واپس آ رہے تھے تو ایک رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ریتلی زمین پر پڑاؤ ڈالا، چونکہ سب تھکے ہوئے تھے اس لئے جب سونے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "فجر تک ہمارے لیے کون پہرے داری کریگا"؟ اور ہمیں فجر کے وقت کون بیدار کرے گا؟ حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ میں آپ کو بیدار کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

[1] اخرجہ فی مسند امام احمد ابن حنبل ج نمبر ۱ ص ۱۵۹۔

اُن سے فرمایا کہ کہیں تم سو نہ جاؤ؟'' (لیکن حضرت بلال نے پھر بھی پہرہ داری کی)

یہاں تک کہ سارا قافلہ سو گیا چونکہ حضرت بلالؓ بھی تھکے ہوئے تھے اس لئے ان کی بھی آنکھ لگ گئی۔ یہاں تک کہ آفتاب طلوع ہو گیا۔ اس وقت سب لوگ بیدار ہو گئے اور حضورؐ بھی بیدار ہوئے اس لئے اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کرنے کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ ہم نے جماعت کر کے قضا پڑھ لی۔

اسی اثناء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ (اونٹنی) گم ہو گئی۔ تو حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ میں اسے ڈھونڈنے گیا۔ یہاں تک کہ وہ مجھے مل گئی۔ میں اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس میں خوشی خوشی سوار ہوئے اور قافلہ روانہ ہو گیا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر وحی نازل ہوتی تو وہ وقت آپؐ پر بہت شدید مشقت کا ہوتا تھا۔ آپ کی اس شدت اور مشقت کے سبب ہم یہ سمجھ جایا کرتے تھے کہ آپؐ پر وحی کا نزول ہو رہا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم روانہ ہوئے تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی پیچھے رہ گئی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے الگ اور پیچھے ہو گئے ہیں۔ ورنہ عموماً حضور صلی اللہ علیہ وسلم قافلہ کے آگے ہوا کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کو کپڑے سے ڈھانپ لیا ہے اور وہ اس وقت مشقت میں بھی تھے۔ ہم سمجھ گئے کہ آپؐ پر وحی کا نزول ہو رہا ہے۔ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو اس وقت تک آپ کی وہ مشقت ختم ہو گئی تھی اور آپؐ نے ہمیں وحی کے نازل ہونے کی خبر دی کہ وحی میں یہ آیت اُتری ہے۔

﴿انا فتحنا لك فتحاً مبيناً﴾

عہدہ قضا

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت (۲۰ھ) میں آپ کوفہ کے قاضی مقرر کئے گئے۔ عہدہ قضا کے علاوہ خزانہ کی نگرانی اور مسلمانوں کی مذہبی تعلیم اور روالئی کوفہ کی وزارت کے فرائض بھی آپؓ کے سپرد تھے۔" حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جو فرمان تقرری آپ کو دیا تھا اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

﴿انی بعثت اليكم عمار بن یاسرؓ امیراً و ابن مسعودؓ معلماً ووزیراً وقد جعلت ابن مسعود علیٰ بیت مالکم و انهما لمن النجباء من اصحاب محمد صلی اللہ علیه وسلم من اهل بدر، فاسمعوا لهما واطيعوا واقتدوا بهما وقد آثرتکم بابن ام عبد علیٰ نفسی ﴾[۲]

"بیشک میں عمار بن یاسرؓ کو امیر بنا کر اور ابن مسعودؓ کو معلم اور وزیر بنا کر بھیج رہا ہوں اور میں نے ابن مسعودؓ کو تمہارے بیت المال کا نگران بھی مقرر کیا ہے۔ ان دونوں حضرات کا شمار صحابہ کرامؓ کے شرفاء اور اہل بدر میں ہے۔ لہذا تم ان کی بات سنو اور اطاعت کرو اور حقیقت یہ ہے کہ میں نے تم کو ابن ام عبد (عبداللہ ابن مسعودؓ) کے معاملے میں خود اپنے اوپر ترجیح دی

---

[۱] مسند امام احمد بن حنبل ج نمبر ۱ ص ۱۹۵، حدیث نمبر ۳۳۲۱ (مطبوعہ مصر) [۲] الاستیعاب مع بالا صابہ فی تمیز الصحابہ المجلد الثانی ص ۳۲۳ و اسد الغابہ ج نمبر ۳۔

ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ مجھے خود ان کی ضرورت تھی۔ لیکن میں
نے ایثار کر کے انہیں تمہارے پاس بھیجا ہے۔"

حضرت ابن مسعود مکمل دس سال تک بڑی خوش اسلوبی اور نہایت مستعدی کے ساتھ اپنے فرائض کی بجا آوری میں لگے رہے اس دوران خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلافتِ ثالثہ کی مسند پر تشریف فرما ہوئے۔ انہوں نے بھی حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو انہی ذمہ داریوں پر برقرار رکھا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے سپرد فرمائی تھیں۔ اگرچہ اس دوران امارت کوفہ کے منصب میں عوام کی شکایات و احتجاج پر تبدیلیاں ہوتی رہیں۔ لیکن حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا عہدہ قضاء برقرار رہا۔ کیونکہ آپ نے فرائض ایسے حسن وخوبی سے انجام دیئے اور آپ نے ایسے احتیاط اور انصاف سے کام لیا کہ آپؓ سے کسی کو کوئی شکایات پیدا نہ ہوئی۔

فطری رحم دلی نرمی اور تلطف کے باعث عفوودرگزر وچشم پوشی ان کا مخصوص شیوہ تھا۔ لیکن اسی کے ساتھ وہ اس راز سے بھی واقف تھے کہ عدالت میں کسی مجرم پر کوئی جرم ثابت ہو جائے تو اس کے ساتھ نرمی ودرگذر سے پیش آنا درحقیقت نظامِ حکومت کے ارکان واساطین کو متزلزل کر دیتا ہے۔ اس بناء پر وہ اثباتِ جرم کے بعد اپنی طبعی نرمی وشفقت کے باوجود قانونِ عدالت کے اجراء میں کبھی دریغ نہ فرماتے تھے، ایک دفعہ ایک شخص نے اپنے بھتیجے کو شراب پینے کے جُرم میں پیش کیا۔ حضرت عبداللہؓ نے تحقیقات کے بعد حد جاری کرنے کا حکم صادر فرما دیا۔ لیکن جب دُرّے پڑنے لگے تو اس کا دل رحم وشفقت سے بھر آیا اور منت وساجت کے ساتھ سفارش

کرنے لگا، انہوں نے غضبناک ہو کر فرمایا "تو نہایت ظالم چچا ہے۔ اس کو حد شرعی کا مستحق ثابت کر کے چھوڑ دینے کی سفارش کرتا ہے جو اب ممکن نہیں ہے۔ اسلام میں سب سے پہلے ایک عورت پر حد جاری کی گئی جس نے چوری کی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا اور فرمایا: "کہ تم لوگوں کو اعراض وچشم پوشی سے کام لینا چاہیے۔ کیا تم اسے پسند نہیں کرتے کہ خدا تمہیں بخش دے۔

بعض اوقات ایک ہی جرم مجرموں کے اختلاف کی حیثیات کے لحاظ سے ان کو مختلف سزاؤں کا مستوجب قرار دیتا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس نکتہ سے بھی اچھی طرح آگاہ تھے۔ ایک دفعہ ان کو اطلاع دی گئی کی مسیلمہ کذاب کے متبعین میں سے کچھ لوگ اب تک موجود ہیں جو اس کو رسول خدا کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہؓ نے چند سپاہی بھیج کر ان کو گرفتار کرا دیا اور سب کی توبہ قبول کر کے چھوڑ دیا۔ لیکن ان کے سرگروہ ابن نواحہ کے لیے قتل کی سزا تجویز کی، لوگوں نے اس پر اعتراض کیا تو بولے: "کہ ابن نواحہ اور ابن اثال دو شخص مسیلمہ کذاب کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سفیر بن کر گئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم مسیلمہ کی رسالت پر ایمان رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا "ہاں" آپ نے فرمایا "اگر تم سفیر نہ ہوتے تو میں تمہیں قتل کرا دیتا۔" اس بناء پر جبکہ وہ اب تک اس کے اس باطل عقیدہ سے باز نہیں آیا ہے اور اب سفیر بھی نہیں ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کا پورا کرنا ضروری تھا۔[1]

اسی طرح آپ کے ذمہ خزانہ کے امور بھی تھے۔ جن کو بھی آپ نہایت

[1] سیر الصحابہ ج نمبر ۲ ص ۱۴۸ (حصہ مہاجرین)۔

انصاف اور ذمہ داری کے ساتھ پورا کر رہے تھے ایک دفعہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہٗ جو اس زمانہ میں امیر کوفہ تھے۔ انہوں نے بیت المال سے کچھ قرض لیا اور کسی سبب سے کچھ عرصہ تک اس قرضہ کی ادائیگی نہ کر سکے۔ چونکہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ خزانہ کے نگران بھی تھے۔ اس وجہ سے انہوں نے سختی سے مطالبے شروع کئے اور کئی بار تقاضا کیا یہاں تک کہ ایک روز تلخ کلامی کی نوبت آ گئی وہاں پر حضرت سعد رضی اللہ عنہٗ کے ایک بھتیجے بیٹھے تھے انہوں نے کہا کہ ٹھہریئے آپ لوگ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور لوگ آپ کو (اقتداء کے لیے) دیکھتے ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہٗ نے اپنے ہاتھ سے چھڑی دور پھینکی اور بددعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیئے اور اللھم رب السمٰوٰت والارض کہہ کر دعا شروع کی ہی تو فوراً حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہٗ بولے ٹھہریئے، نیک دعا مانگیے؟ اور بددعا نہ کیجئے، حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہٗ رک گئے اور کہا کہ اگر مجھ میں اللہ تعالیٰ کا ڈر نہ ہوتا تو میں تمہارے لیے بددعا ضرور کرتا۔ یہ سُن کر حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہٗ جلدی سے اُٹھ کر چلے گئے۔

جب اس بات کی اطلاع حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہٗ کو ہوئی تو آپؓ نے فوراً حضرت سعد رضی اللہ عنہٗ کو امارت کوفہ سے معزول کر دیا۔ لیکن حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہٗ کی قضاوغیرہ کی ذمہ داریاں برقرار رکھیں اور حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہٗ کی جگہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ نے ولید ابن عقبہ کو کوفہ کا امیر (گورنر) مقرر کیا۔ یہ واقعہ ۲۶ھ میں پیش آیا۔[1]

[1] تاریخ طبری ج نمبر ۳ ص ۳۱۱ (طبع بیروت)

اسی طرح آپ کے عہدِ قضا میں ایک ساحر کا مقدمہ پیش ہوا جس کو ولید بن عقبہ نے بھیجا تھا اور کہلوایا تھا کہ اگر یہ ساحر ہے تو اس پر کونسی حد جاری ہو گی؟ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہٗ نے ولید سے پوچھا کہ ''آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ ساحر ہے؟'' انہوں نے کہا کہ ''لوگوں کا یہ گمان ہے کہ یہ ساحر ہے'' حضرت عبداللہؓ نے ان لوگوں کو بلایا جنہوں نے ولیدؓ سے یہ کہا تھا کہ یہ ساحر ہے اور ان سے پوچھا کہ ''آپ لوگوں کو کس طرح پتہ چلا کہ یہ ساحر ہے؟'' وہ لوگ بھی یہ کہنے لگے کہ ''ہمارا گمان ہے کہ یہ ساحر ہے۔'' حضرت ابن مسعودؓ نے اس ساحر سے پوچھا کہ کیا تم ساحر ہو؟ اس نے کہا کہ ''ہاں'' تو حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو سحر کیا ہوتا ہے؟ کہنے لگا ''ہاں'' اور وہ گدھے پر کود کر دم کی طرف سے سوار ہو گیا یہ دکھانے لگا کہ اب وہ اس کے منہ اور پشت سے نکلے گا۔ جب یہ حضرت ابن مسعودؓ نے دیکھا تو اس کے قتل کا حکم فرمایا۔ یہ سن کر ولید مسجد کی طرف گئے اور یہ اعلان کروایا کہ ایک ساحر میرے پاس آیا ہے اور وہ جادو کے تماشے دکھا رہا ہے یہ سُن کر لوگ ولید کے پاس جمع ہونا شروع ہو گئے۔ اسی اثناء میں ایک جندب نامی شخص دوڑا آیا اور اس نے کہا کہ وہ ساحر کہاں ہے؟ اچانک اس کی نظر اس ساحر پر پڑ گئی اور وہ بھاگ کر اس کے پاس گیا اور اس کو قتل کر دیا، چونکہ یہ حکومت کے معاملات میں مداخلت بیجا تھی۔ اس لیے حضرت ابن مسعودؓ نے اس کو قید کر لیا، اور دربارِ خلافت میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہٗ کے پاس خط بھیجا اور اس مسئلہ میں مشورہ طلب کیا تو حضرت عثمانؓ نے جواب بھیجا کہ معمولی تنبیہ وتعزیر کے بعد اس کو چھوڑ دو اور لوگوں کو سمجھاؤ کہ پھر آئندہ اس قسم کے واقعات کا اعادہ نہ ہونے پائے۔ حضرت عبداللہؓ نے اس حکم کی تعمیل کی اور اہلِ کوفہ کو جمع کر کے فرمایا: صاحبو!

صرف شک وشبہ پر کوئی کام مت کرو اور یہ مت کرو کہ عدالت اپنے ہاتھ میں لے کر خود حدود قائم کرنے لگو، ہم خود خطا کار کو قید کریں گے اور سزا دیں گے، یہ ہمارا فرض ہے تم کو اس میں مداخلتِ بیجا کی ضرورت نہیں ہے۔[1]

معزولی

حضرت عثمان غنیؓ کے آخیر عہدِ حکومت میں جب مختلف سازشوں کا بازار گرم ہوا تو ان سازشوں نے زیادہ دنوں تک حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کو بھی زیادہ دنوں تک اپنے عہدے پر برقرار رہنے نہ دیا اور آپ بھی یکا یک معزول کر دیئے گئے۔ معزولی کی خبر نے کوفہ کی علمی دنیا کو ماتم کدہ بنا دیا، احباب، معتقدین، تلامذہ اور اعیانِ شہر کی ایک بڑی جماعت نے مجتمع ہو کر اس فرمان عزل کی سخت مخالفت اور ناراضگی ظاہر کی اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مُصر ہوئے کہ آپ کوفہ سے تشریف نہ لے جائیں اور اگر اس کی پاداش میں آپ کو کوئی مصیبت پہنچے گی تو ہم سب اس کو روکیں گے، عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ میرے اوپر امیر کی اطاعت فرض ہے اور اگر بالفرض میں امیر کی اطاعت نہ کروں تو ہو سکتا ہے کہ صرف میری وجہ سے کوئی فتنہ وفساد برپا ہو اور میں صرف مسلمانوں کے درمیان فتنہ کا سبب بن جاؤں اور اس کی ابتداء میری طرف سے ہو۔۔۔۔ غرض یہ کہ وہ عمرہ کی نیت کر کے ایک جماعت کے ساتھ حجاز کی طرف روانہ ہو گئے۔[2]

حضرت ابوذر غفاریؓ کی تدفین میں شرکت

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جب حجاز تشریف لا رہے تھے تو مدینہ منورہ کے

[1] تاریخ طبری ج نمبر ۳ ص ۳۲۸ ۔ (طبع بیروت) [2] الاصابہ ج۔

راستے میں ایک مقام ہے جو ربذہ کہلاتا ہے وہاں پر حضرت ابوذر غفاریؓ کا انتقال ہوا آپ نے وفات کے بعد ان کی تدفین کی۔ اس کا مفصل واقعہ تاریخ طبری میں یوں مذکور ہے کہ یہ واقعہ ۸، ذی الحجہ ۳۱ھ کا ہے، جب حضرت ابوذر غفاریؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو بیٹی سے فرمایا کہ ذرا دیکھو کوئی قافلہ تو نہیں آرہا۔ بیٹی نے دیکھ کر کہا ابھی تو کوئی قافلہ نہیں آرہا۔ پھر کچھ دیر گذری ہوگی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہٗ نے بیٹی کو بکری ذبح کرنے اور اس کو پکانے کا حکم دیا۔ انہوں نے بکری ذبح کی اور اس کا گوشت تیار کیا پھر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ ابھی میری موت کے بعد ایک قافلہ آئے گا اور وہ مجھے دفن کرے گا۔ تم ان سے یہ کہہ دینا کہ آپ لوگ اس وقت تک سوار نہ ہوں جب تک یہ گوشت نہ کھالیں۔ جب کھانا مکمل تیار ہو گیا تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہٗ نے بیٹی کو ایک دفعہ دوبارہ دیکھنے کا حکم فرمایا اور کہا کہ جاؤ اور دیکھو کہ کوئی قافلہ تو نہیں آرہا ہے وہ گئیں اور انہوں نے دیکھا کہ واقعی ایک قافلہ چلا آرہا تھا۔ واپس آکر باپ کو بتایا کہ وہاں ایک قافلہ تو آرہا ہے، آپ نے فرمایا کہ میرا منہ قبلہ کی طرف کردو، انہوں نے حکم کی تعمیل کی، پھر آپ یہ جملہ ارشاد فرمانے لگے:

﴿بِسْمِ اللّٰہِ وَ بِاللّٰہِ وَ علی ملۃ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم﴾

اور یہ کہہ کر آپ کی وفات ہوگئی، یہ دیکھ کر بیٹی گھر سے باہر نکل گئیں اور راستہ میں جاکر کھڑی ہوگئیں۔ یہاں تک کہ قافلہ آپ کو دیکھ کر رک گیا۔ آپ نے ان سے کہا کہ: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے ذرا ابوذرؓ سے مل لیں وہ قافلہ والے کہنے لگے کہ وہ کہاں ہیں؟ بیٹی نے ان کو بتایا کہ وہ وہاں رہتے تھے ابھی ان کی وفات ہوگئی ہے لہذا

آپ ان کے کفن دفن کا انتظام کردیں وہ قافلہ فدیت بأبی و أمی (یعنی میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں) کہہ کر اتر پڑے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہٗ ہی اس قافلہ کے امیر و کاروان تھے۔ جو کوفہ سے مکہ جا رہے تھے۔ حضرت عبداللہؓ کو جب ان کی وفات کا علم ہوا تو آپ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہٗ کی نعش سے لپٹ گئے اور رونے لگے اور ساتھ ساتھ یہ الفاظ بھی ادا فرما رہے تھے کہ:

﴿صدق رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یموت وحدہ ویبعث وحدہ﴾

''اللہ کے رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات بالکل سچ ہوگئی کہ (ابوذرؓ) اکیلے ہی مریں گے اور اکیلے ہی حشر کے روز اٹھائے جائیں گے۔''

پھر آپؓ نے ان کو غسل دیا اور کفن وغیرہ پہنا کر نماز جنازہ پڑھائی اور ان کو وہیں دفن کر دیا۔ جب ان تمام امور سے فارغ ہو گئے اور یہ ارادہ کیا کہ دوبارہ اپنی منزل مقصود کی طرف روانہ ہو جائیں تو حضرت ابوذرؓ کی صاحبزادی بولیں کہ میرے والد ابوذرؓ نے مجھ سے قبل از وفات کہا تھا کہ ''ان قافلہ والوں کو میرا اسلام پہنچا دینا اور ان کو قسم دے کر یہ کہنا کہ آپ لوگ اس وقت تک سوار نہ ہوں جب تک یہ کھانا نہ کھا لیں۔'' آپ حضرات نے ان کی بات فوراً مان لی اور کھانا کھا کر فوراً روانہ ہو گئے اور مکہ مکرمہ پہنچ کر حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہٗ کو حضرت ابوذر غفاریؓ کی وفات کی اطلاع دی اور حضرت ابوذرؓ کی بیٹی چونکہ ربذہ میں اکیلی رہ جاتیں اس لیے ان کو اپنے ساتھ

لے آئے تھے اور ان کے اہل خاندان سے ملایا تھا۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ عمرہ سے فراغت حاصل کر کے مدینہ منورہ جا کر مقیم ہو گئے اور بقیہ قافلہ جو صرف آپؓ کو مدینہ طیبہ چھوڑنے آیا تھا واپس کوفہ چلا آیا۔[1]

علالت پھر وفات

۳۲ھ میں جب آپ کا سنہ مبارک ساٹھ برس سے متجاوز ہو چکا تھا ایک روز ایک شخص نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا "خدا مجھے آپ کی آخری زیارت سے محروم نہ کرے۔ میں نے گذشتہ رات خواب میں دیکھا ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک بلند منبر پر تشریف فرما ہیں اور آپؓ سامنے حاضر ہیں۔ اسی حالت میں ارشاد ہوتا ہے "ابن مسعودؓ میرے بعد تمہیں بہت تکلیف پہنچائی گئی ہے آؤ میرے پاس چلے آؤ" حضرت عبداللہؓ نے جب اس شخص سے یہ سنا تو فرمایا کہ "خدا کی قسم تم نے یہ خواب دیکھا ہے" بولا "ہاں" فرمایا "تم میرے جنازہ میں شریک ہو کر ہی مدینے سے کہیں جاؤ گے۔"

یہ خواب چند ہی روز میں حقیقت میں بدل گیا اور آپ اس طرح بیمار ہوئے کہ لوگوں کو آپ کی زندگی سے مایوسی ہو گئی، امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آخری لمحات حیات میں عیادت کے لئے تشریف لائے اور اس طرح گفتگو شروع فرمائی!

حضرت عثمانؓ!

---

[1] الطبری الجزء الثالث ص ۳۵۳ طبع فی قاہرہ۔

آپ کو کس مرض کی شکایت ہے؟

حضرت عبداللہؓ!

اپنے گناہوں کی!

حضرت عثمانؓ!

آپ کیا چاہتے ہیں؟

حضرت عبداللہؓ!

خدا کی رحمت!

حضرت عثمانؓ!

آپ کے لیے طبیب بلاؤں؟

حضرت عبداللہؓ!

مجھے طبیب نے ہی بیمار کر ڈالا!

حضرت عثمانؓ!

آپ کا وظیفہ جاری کر دوں؟

حضرت عبداللہؓ!

مجھے اس کی ضرورت نہیں!

حضرت عثمانؓ!

آپ کی صاحبزادیوں کے کام آئے گا؟

حضرت عبداللہؓ!

کیا آپ کو میری لڑکیوں کے محتاج اور فقیر ہو جانے کا خطرہ ہے؟

میں نے انہیں حکم دیا ہے کہ ہر رات سورۃ الواقعہ پڑھ لیا کریں، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو ہر رات سورۂ واقعہ پڑھے گا وہ کبھی فاقہ میں مبتلا نہ ہوگا۔[1]

لیکن ان مذکورہ سوال وجواب کا حاصل یہ نہیں کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی وفات اس حالت میں ہوئی کہ دونوں کے دل صاف نہ ہوئے تھے، بلکہ طبقات ابن سعد میں یہ بات موجود ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات سے قبل دونوں نے ایک دوسرے سے دل صاف کرلیا تھا اور جو معمولی رنجشیں تھیں وہ دور ہوگئی تھیں۔[2]

وفات

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو جب سفر آخرت کا یقین ہوگیا تو انہوں نے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اوران کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن الزبیر کو بلایا اور اپنے مال واسباب اور اولاد نیز خود اپنی تجہیز وتکفین سے متعلق مختلف وصیتیں فرمائیں اور ساٹھ برس سے کچھ زیادہ عمر پاکر ۳۲ھ میں اس دار فانی سے انتقال فرمایا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مستند اور صحیح روایت کے مطابق نماز جنازہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور آپؓ کو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے برابر جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔[3]

[1] اسد الغابہ ج نمبر ۳ ص ۲۵۷۔ [2] طبقات ابن سعد ج نمبر ۳ ص ۱۶۰ طبع فی بیروت۔ [3] طبقات ابن سعد باب ذکر ما اوصی بہ ابن مسعود ص ۱۵۹ مطبوعہ بیروت۔

اولاد

آپؓ کے دو بیٹے عبدالرحمنؒ اور ابو عبیدہؒ ہیں اور آپ کی بیٹیاں بھی ہیں جبکہ آپؓ کی زوجہ کا نام زینب ثقفیؓ ہے۔ آپؓ کے ایک پوتے ہیں جن کا نام قاسم بن عبدالرحمن ہے۔

روایتِ حدیث

آپ سے روایتِ حدیث مندرجہ ذیل افراد نے کی ہے جن میں آپ کے خاندان کے افراد "عبدالرحمن، ابو عبیدہ، عبداللہ بن عتبہ ابن مسعود، عتبہ ابن مسعود (یہ آپ کے بھائی ہیں) اور زینب ثقفی" ہیں اور صحابہ میں سے "حضرت ابو موسیٰؓ، حضرت ابورافعؓ، حضرت ابوشریحؓ، حضرت ابوسعیدؓ، حضرت جابرؓ، حضرت انسؓ، حضرت ابوجحیفہؓ، حضرت ابو امامہؓ، حضرت ابو طفیلؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت عمران بن حصینؓ ہیں۔ رضی اللہ عنھم وارضاہم۔

اور تابعین میں سے علقمہؒ، ابو الاسودؒ، مسروقؒ، ربیع بن خثیمؒ، شریح القاضیؒ، ابووائلؒ، زید بن وہبؒ، زر بن حبیشؒ، ابو عمرو الشیبانیؒ، عبیدہ بن عمرو السلمانیؒ، عمرو بن میمونؒ، عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ، ابو عثمان النہدیؒ، حرث بن سویدؒ، ربعی بن حراشؒ وغیرہم اور حمہم اللہ تعالیٰ۔

آپ کی متفق علیہ حدیثیں صحیح بخاری اور مسلم شریف کی چونسٹھ ہیں اور اس کے علاوہ ایسی روایتیں جو صرف بخاری میں اکیس ہیں۔ اور جو صرف مسلم میں ہیں وہ ۳۵ حدیثیں ہیں۔

ا الاصابہ ج نمبر ۲ ص ۳۶۹ (مطبوعہ بیروت)

مناقب

زھد وتقویٰ

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے طور وطریق، ہیئت اور سیرت کے اعتبار سے بہت مشابہت رکھتے تھے اسی طرح حضرت علقمہؒ جو حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے شاگرد خاص تھے۔ وہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے بہت مشابہ تھے۔[1]

حضرت ثُویر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن مسعودؓ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ میں جب سے اسلام لایا ہوں اس وقت سے کبھی چاشت کے وقت نہیں سویا۔

حضرت زر بن حبیش جو حضرت ابن مسعودؓ کی احادیث کے رواۃ میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ عموماً پیر اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن ابن یزیدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی فقیہ کو عبداللہ ابن مسعودؓ سے کم روزہ رکھتے نہیں دیکھا، ان سے کسی نے کہا کہ آپ روزہ کیوں نہیں رکھتے؟ فرمایا کہ میں عموماً نماز کو اختیار کرتا ہوں بنسبت روزہ کے، کیونکہ میں جب روزہ رکھتا ہوں تو نماز سے ضعف ہو جاتا ہے۔[2]

حضرت زید بن وہب فرماتے ہیں کہ میں کچھ لوگوں کے ساتھ حضرت عمر

---

[1] طبقات ابن سعد ج نمبر ۳ ص ۱۵۳۔ [2] طبقات ابن سعد ج نمبر ۳ ص ۱۵۵۔

فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا کہ اچانک ایک نحیف اور دبلے پتلے سے آدمی آئے حضرت عمرؓ ان کو دیکھتے رہے اور پھر لا الہ الا اللہ پڑھنے لگے اور کہنے لگے کہ یہ ایسا برتن ہے جو علم سے بھرا ہوا ہے یہ ایسا برتن ہے الخ (یہ جملہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا) جب ہم نے غور سے دیکھا تو وہ عبداللہ ابن مسعود تھے لے

ایک دفعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کوفہ تشریف لائے (ان دنوں حضرت عبداللہ کوفہ میں تھے) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عبداللہؓ کے کچھ دوست آئے تو حضرت علیؓ نے بغرض امتحان حضرت ابن مسعودؓ کے متعلق ان سے کچھ استفسار کیا۔ انہوں نے تعریف کی اور کہا کہ ہم نے کسی شخص کو ان سے زیادہ اچھے اخلاق والا اور معلم اور بہترین ساتھی نہیں دیکھا۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ میں بھی وہی بات ان کی تعریف میں کہوں گا جو آپ لوگوں نے کہی یا اس سے زیادہ تعریف کروں گا، کیونکہ انہوں نے قرآن مجید پڑھا اور اس کے حلال کو حلال کیا اور حرام کو حرام۔ دین میں آپ بہت بڑے فقیہ بھی ہیں اور سنت نبویؐ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے عالم بھی ہیں ہے

روایت حدیث میں حد درجہ احتیاط

آپ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو بیان کرتے ہوئے اس قدر احتیاط کرتے تھے کہ کبھی "قال رسول اللہ" یا "سمعت رسول اللہ" (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا میں نے ان کو کہتے ہوئے سنا) نہیں فرماتے۔ بلکہ ہمیشہ "عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کرکے بیان فرماتے

لے طبقات ابن سعد ج نمبر ۳ ص ۱۵۶۔ ہے طبقات ابن سعد ج نمبر ۳ ص ۱۵۶۔

یعنی اس حدیث کی روایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ غلطی سے ان کے منہ سے "قال رسول اللہ" نکل گیا تو اس خوف سے کہ کہیں اس قول کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط نہ ہو جائے فوراً گھبرا گئے اور جس عصاء پر آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے وہ متزلزل ہو گئی اور آپ کانپنے لگے، اور ایک روایت میں ہے کہ فوراً آپ نے اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرمایا "او نحوذا او شبہ ذا" یعنی حضورؐ نے یا تو یہ بات کہی ہے یا اس سے ملتی جلتی کوئی اور بات کہی ہے۔[1]

اندازِ تقریر

آپؓ کا اندازِ خطاب اس قدر دل نشین تھا کہ کسی شخص کا دل اچاٹ نہ ہوتا بلکہ جب آپ خاموش ہوتے تو سب کا یہ جی چاہتا کہ آپ اور زیادہ بیان کریں۔

حضرت عبداللہ ابن مرداس فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ ہر جمعرات کو خطاب کیا کرتے تھے اور خطاب کے دوران جب آپ خاموش ہوتے تو ہماری خواہش ہوتی کہ آپ اور زیادہ تقریر فرمائیں۔[2]

ایک دن حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دیر خطاب کیا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ کو خطاب کے لیے کہا گیا۔ وہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی تھوڑی دیر یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کم خطاب کیا۔ پھر حضورؐ نے حضرت عمرؓ کو حکم دیا کہ اب تم خطاب کرو تو حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی تھوڑی دیر تقریر کی۔ اس کے بعد حضورؐ نے کسی اور کو حکم دیا کہ تم تقریر کرو۔ پھر ان کو خاموش کرا کے حضور علیہ السلام

1: طبقات ابن سعد ج نمبر ۳ ص ۱۵۷۔ 2: طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۵۷۔

نے حضرت ابن مسعودکوتقریر کرنے کے لئے فرمایا۔آپ کھڑے ہوئے پہلے اللہ تعالی کی حمدوثناء بیان کی، پھر فرمایا:

﴿یا ایھا الناس إن اللہ عزوجل ربنا و ان الاسلام دیننا و إن القرآن امامنا و البیت قبلتنا و إن ھذا نبینا (واوماء إلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم) رضینا مارضی اللہ لنا ورسولہ و کرھنا ما کرہ اللہ ورسولہ و السلام علیکم۔﴾

"اے لوگو! بے شک اللہ عزوجل ہمارا رب ہے اور اسلام ہمارا دین ہے اور قرآن ہمارا امام ہے اور بیت اللہ ہمارا قبلہ ہے۔ (اور حضورؐ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) یہ ہمارے نبی ہیں، ہم اس سے راضی ہیں جس پر ہمارا اللہ اور ان کا رسول راضی ہو اور ہمارے نزدیک وہ چیز بری ہے جو ہمارے اللہ اور رسولؐ کے نزدیک بری ہے۔ والسلام علیکم۔"

حضور علیہ السلام نے ان کی تقریر سُن کر فرمایا کہ ابن مسعودؓ نے ٹھیک کہا اور فرمایا:

﴿رضیت بمارضی اللہ لأمتی و إبن أم عبد و کرھت ما کرہ اللہ لأمتی وابن أم عبد۔﴾

"میں اس بات سے راضی ہوں جو اللہ نے میری اُمت اور ابن ام عبد (عبداللہ ابن مسعودؓ) کے لیے پسند کی ہو اور اس بات سے

ناراض ہوں جو اللہ نے میری اُمت اور ابن ام عبد کے لیے ناپسند کی ہو۔''

حضرت شقیق فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہر جمعرات کو وعظ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے ان سے کہا کہ اے ابوعبدالرحمن (یعنی اے عبدالرحمن کے والد، یہ بھی آپ کی کنیت ہے) اگر آپ روزانہ وعظ و تذکیر کیا کریں تو ہمیں بہت خوشی ہوگی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ مجھے روزانہ وعظ کہنے سے صرف یہ بات روکتی ہے کہ کہیں تم لوگ اُکتا نہ جاؤ اور میں تمہارے لیے وعظ کا موقع تلاش کرتا ہوں جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں وعظ کرنے کے لیے موقع کی تلاش میں رہتے اس ڈر سے کہ کہیں ہم لوگ حضور علیہ السلام کے وعظ و تذکیر سے اُکتا نہ جائیں۔[1] (بخاری و مسلم)

حضرت زید بن وہب فرماتے ہیں کہ آپ اتنے زیادہ روتے تھے کہ میں نے آپ کی آنکھوں میں رونے کے سبب دو کالے نشان دیکھے۔[2]

ایک دفعہ حضرت ابن مسعودؓ نے ایک شخص کو دیکھا جو ازار (تہبند) ٹخنوں سے نیچے باندھا ہوا تھا تو آپ نے اس کو تادیبا کہا کہ ازار اوپر کرلو، اس کے جواب میں اس نے کہا کہ تم بھی تو ازار اوپر چڑھا لو، بولے میری ٹانگیں دبلی ہیں اور میں امامت کرتا ہوں (تو نظر آتی ہیں) یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کو پتہ چلی تو فوراً اس شخص کو درے مارے اور فرمایا کہ کیا تو ابن مسعودؓ کی تردید کرتا ہے۔[3]

صحیفۂ ابن مسعودؓ : علامہ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب جامع

---

[1] مشکوٰۃ ج اص ۳۳۔ [2] اعلام النبلاء ج اص ۴۹۵۔ [3] ایضاً ص ۴۹۲۔

بیان العلم وفضلہ ج نمبر ۱ ص ۷۲ میں نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبدالرحمن ایک کتاب نکال کر لائے اور قسم کھا کر کہا کہ یہ خود حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔[۱]

حضرت مسروقؒ فرماتے ہیں کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جو حضرات اہل فتویٰ تھے وہ یہ ہیں، حضرت عمرؓ، علیؓ، ابن مسعودؓ، زید بن ثابتؓ، ابی ابن کعبؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ "قرآن شریف کی اس آیت کا مصداق ہم اٹھارہ اشخاص تھے "الذین استجابوا للّٰہ والرسول۔[۲]

ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ میں ایک ایسے شخص کے پاس سے آیا ہوں جو اپنی یادداشت سے قرآن کریم کے نسخے لکھواتا ہے۔ یہ سُن کر حضرت عمرؓ گھبرا گئے اور بہت غصہ ہوئے پوچھا وہ کون ہے؟ اس شخص نے بتایا کہ عبداللہ ابن مسعودؓ۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ مطمئن ہوئے اور فرمایا کہ میں اس کام کے لیے اس شخص سے زیادہ مستحق کسی کو نہیں سمجھتا۔[۳]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ہم نماز میں بیٹھتے (یعنی جلسہ کرتے) تو یہ پڑھا کرتے تھے

﴿اَلسَّلَامُ عَلَی اللّٰہِ قَبْلَ عِبَادِہٖ اَلسَّلَامُ عَلٰی جِبْرِیْل اَلسَّلَامُ عَلٰی مِیْکَائِیْل اَلسَّلَامُ عَلٰی فُلَانٍ اَلسَّلَامُ عَلٰی

---

[۱] درس ترمذی لو الدی حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب ۔ تکلم ج ۱ ص ۳۰، و جامع بیان العلم وفضلہ ج ۱ ص ۷۲ مس مطبوعات مصر) [۲] ابن سعد ج نمبر ۲ ص ۱۰۲۔ [۳] سیر اعلام النبلاء ج نمبر ۱ ص ۳۵۹ (طبع بیروت)۔

فلاں۔﴾

ایک دفعہ حضورؐ نے سن لیا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو خود سلام ہے (یعنی اللہ کی ایک صفت سلام ہے جس کے معنی سلامتی کے ہیں جب اللہ تعالیٰ خود ہی ہمیشہ سلامتی والے ہیں تو ان پر سلامتی کی دعا بھیجنا کیسے درست ہوگا؟) اس لیے فرمایا کہ نماز میں جلسہ کے وقت یہ دعا پڑھا کرو:

﴿اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ:﴾

جب بندہ یہاں تک پڑھے گا تو تمام اللہ کے بندوں کے لیے چاہے وہ زمین میں ہوں یا آسمان میں سلامتی کی دعا ہوگئی، اس کے بعد یہ پڑھو:

﴿اشھد أن لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ۔﴾

اس کے بعد بندہ کو اختیار ہوگا جو دعا مانگنا چاہے مانگ لے۔[1]

قرأت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سال میں ایک سال پورا قرآن شریف جرائیل امین علیہ الصلاۃ والسلام کو سناتے تھے لیکن جس سال حضور علیہ السلام کی وفات ہوئی اس سال حضورؐ نے جرائیل امین کو دو مرتبہ قرآن مجید سنایا تھا اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی قرأت وہی سب سے آخری قرأت ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

[1] مسند الامام احمد بن حنبل ج نمبر ۱ مسند ابن مسعود حدیث نمبر ۳۶۲۲۔

جبرائیل امین کو سنائی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے حضرت شقیقؒ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ "میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ستر سے کچھ زیادہ سورتیں پڑھی ہیں اور خدا کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اس بات کو جانتے ہیں کہ میں حضورؐ کے ان صحابہ میں سے ہوں جو سب سے زیادہ قرآن کریم کے عالم ہیں اگرچہ میں ان سے بہتر نہیں ہوں۔" حضرت شقیق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسی دوران مجلس میں میں بھی بیٹھا تھا اور میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے اس قول کے جواب میں لوگ کیا کہیں گے لیکن میں نے آپ کی بات کے رد میں کسی کو کچھ کہتے نہیں پایا[1] اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

﴿خذوا القرآن من اربع من عبد اللہ ابن مسعود و سالم و معاذ و ابی بن کعب﴾

"قرآن کریم کی تعلیم چار آدمیوں سے حاصل کرو، عبداللہ ابن مسعود، سالم ابن معقل، معاذ ابن جبل اور ابی ابن کعب رضی اللہ عنہم ہے[2]"

حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حمص میں تھے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے سورۂ یوسف کی تلاوت کی تو ایک آدمی نے کہا کہ یہ اس طرح نازل نہیں ہوئی۔ اس پر حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ "میں سورۂ یوسف حضور علیہ السلام کو سنا بھی چکا ہوں اور اسی طرح سنائی تھی۔" وہ بولا کہ پھر ٹھیک ہے! اس وقت حضرت ابن مسعودؓ کو اس

---

[1] نقلہ الحافظ فی فتح الباری ج ۹ باب القراء من اصحاب النبی علیہ السلام، حدیث نمبر ۵۰۰۰۔ [2] ایضاً حدیث نمبر ۳۹۹۹۔

کے منہ سے شراب کی بو محسوس ہوئی اور آپ نے سمجھ لیا کہ اس نے یہ بات نشہ میں کہی ہے چنانچہ آپ نے اس کو پکڑا اور کہا کہ "شراب پی کر نشہ میں اللہ تعالیٰ کی کتاب کو جھٹلاتا ہے۔" اور اس پر شراب کی حد نافذ کی۔

حضرت مسروق سے مروی ہے کہ عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ "اس خدا کی قسم کہ جس کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں کوئی سورت ایسی نہیں کہ جس کے بارے میں، میں یہ نہ جانتا ہوں کہ وہ کس کے بارے میں نازل ہوئی؟ اور کہاں نازل ہوئی؟ اور اگر مجھے یہ پتہ چل جائے کہ فلاں شخص مجھ سے زیادہ قرآن کا عالم ہے اور اس شخص تک میری سواری پہنچ سکتی ہے تو میں فوراً اس سواری پر سوار ہو کر روانہ ہو جاؤں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ میرے سامنے قرآن مجید پڑھو، میں نے عرض کی یارسول اللہ میں آپؐ کے سامنے کیسے پڑھوں؟ حالانکہ قرآن آپ ہی پر نازل ہوا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ نہیں میں یہ چاہتا ہوں کہ میں اس وقت اپنے علاوہ کسی دوسرے سے قرآن سنوں۔ اس پر آپؓ نے سورۂ نساء پڑھنا شروع کی۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ میں پڑھتا رہا یہاں تک کہ میں اس آیت پر پہنچا:

﴿"فکیف اذا جئنا من کل امة بشهید و جئنا بك علی هٰؤلاء شهیدا"﴾ (الآیة)

تو میں نے دیکھا کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک پر آنسو ٹپک رہے تھے[1]۔

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل ج ۳ حدیث نمبر ۳۶۱۸۔

حضرت زر بن حبیشؒ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لا رہے تھے اور آپؐ کے دونوں جانب حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے اور نماز میں سورۂ نساء کی تلاوت فرما رہے تھے، آپ سورۂ نساء متواتر پڑھتے گئے۔ یہاں تک کہ وہ ختم ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر فرمایا کہ

﴿من أحب ان یقرء القرآن غضاً کما انزل فلیقرئه علی قراءة ابن أم عبد﴾

"جو شخص اس بات کو پسند کرے کہ وہ قرآن کو تر و تازہ حالت میں پڑھے یعنی جس طرح اس کا نزول ہوا تھا تو وہ ابن اُم عبد (یہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی کنیت تھی) کی قرات کے طرز پر پڑھے۔" پھر آپؓ نماز سے فارغ ہو کر دعا مانگنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "سَلْ تُعطَهُ" یعنی مانگ تجھے دیا جائے گا۔ یہ کلمہ آپ نے دو مرتبہ ارشاد فرمایا اس وقت حضرت ابن مسعودؓ یہ دعا مانگ رہے تھے:

﴿اللّٰھم انی اسئلك ایمانا لا یرتد و نعیماً لا ینفد و مرافقة نبیك محمد صلی اللہ علیه وسلم فی أعلیٰ جنة الخلد﴾

"اے اللہ میں آپ سے ایسا ایمان جو کبھی رد نہ ہو اور ایسی نعمت جو کبھی ختم نہ ہو طلب کرتا ہوں اور آپ سے آپکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت ہمیشہ قائم رہنے والی جنت کے اعلیٰ مراتب کے ساتھ طلب کرتا ہوں۔"

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما دونوں حضرات ابن مسعودؓ کو دعا کی قبولیت کی خوشخبری دینے کے لیے جلدی سے دوڑے لیکن حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ پر سبقت لے گئے اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابوبکرؓ پر رحمت بھیجے۔ میں نے جب کسی خیر کا ارادہ کیا ہمیشہ ابوبکرؓ مجھ سے سبقت لے گئے۔[1]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾

”جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے ان پر گناہ نہیں“

﴿جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوا اِذَا مَا اتَّقَوا وَّ آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوا وَّ آمَنُوا ثم اتقوا وَّ اَحْسَنُوا ط وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۔﴾

”اس میں پہلے جو کچھ کھا چکے جبکہ آئندہ کو ڈر گئے اور ایمان لائے اور نیک عمل کیے پھر ڈرتے رہے اور یقین کیا پھر ڈرتے رہے اور نیکی کی اور اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو۔“

(سورۂ مائدہ آیت ۹۳ ترجمہ ماخوذ از معارف القرآن)

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ یہ آیت جن لوگوں کے بارے میں اُتری ہے تم بھی ان میں سے ہو۔ (رواہ مسلم والترمذی)

ایک شخص نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے میراث کا ایک مسئلہ پوچھا کہ عورت مرگئی اور اس کے وارثوں میں ایک بیٹی، ایک پوتی اور ایک بہن ہیں تو

[1] مسند امام احمد بن حنبل ج ۱ حدیث نمبر ۴۲۵۵۔

میراث کس طرح تقسیم کی جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ اس کے مال کا آدھا حصہ بیٹی کو دے دو اور آدھا بہن کو دے دو اور کہا کہ اگر میری بات کی تصدیق چاہیے تو ابن مسعودؓ کے پاس جاؤ، وہ بھی میری بات کی تائید کریں گے۔ وہ ابن مسعود کے پاس گئے اور ان سے اس مسئلہ کا ذکر کیا اور یہ بھی بتایا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہٗ نے مسئلہ کا یہ جواب بتایا کہ آدھا بیٹی کو اور آدھا بہن کو دے دیا جائے، تو اس پر حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ اگر میں ان کے اس جواب کی تصدیق کردوں تو یقیناً ایسا گمراہ ہوں گا کہ بعد میں ہدایت بھی حاصل نہ ہوگی۔ میں اس میں وہی فیصلہ کروں گا جو اسی طرح کے معاملے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ دیا تھا کہ اس کے مال کے کل چھ حصے کرکے اس میں سے تین حصے بیٹی کو دے دیئے جائیں اور پوتی کو چھٹا (یعنی چھ میں سے ایک حصہ) دیا جائے (اس طرح کل چار حصے ہوں گے) اور دو تہائی مکمل ہو گیا۔ باقی رہے دو حصے وہ بہن کو دے دیئے جائیں۔ وہ آدمی ابن مسعود رضی اللہ عنہٗ کا جواب سُن کر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہٗ کے پاس آیا اور ان کو ابن مسعودؓ کا جواب بتایا تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ ''جس وقت تک یہ عالم تمہارے درمیان ہیں (یعنی حیات ہیں) مجھ سے کسی قسم کا سوال مت کرنا[1]۔

(رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ والدارمی)

حضرت زینبؓ جو حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی زوجہ ہیں، فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[2]! اے عورتوں کی جماعت! خوب صدقہ کیا کرو، اگرچہ تمہارے اپنے زیورات سے ہی کیوں نہ ہو۔'' حضرت زینب فرماتی ہیں کہ حضور صلی

[1] أخرجہ الامام فی مسندہ وحدیث نمبر ۳۴۲۰۔ [2] جامع الاصول ج ۹ ص ۴۹ وصحیح مسلم حدیث نمبر ۲۲۵۹ ص ۱۹۱۰۔

اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر میں گھر لوٹی اور میں نے عبداللہ (ابن مسعودؓ) سے کہا کہ آپ تو تنگ دست آدمی ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ کا حکم فرمایا ہے، بس آپ جائیں اور ان سے پوچھیں کہ اگر میری بیوی بچے بجائے کسی اور کے مجھے صدقہ دے دیا کرے تو کافی ہے؟ یا صدقہ میرے علاوہ کسی اور کو دے؟ حضرت زینب فرماتی ہیں کہ اس کے جواب میں عبداللہ نے مجھ سے کہا کہ "بلکہ تم جاؤ اور یہی سوال پوچھنا۔" حضرت زینب فرماتی ہیں کہ میں یہ سوال پوچھنے کے لیے روانہ ہوئی اور میں نے دیکھا کہ ایک انصاری عورت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے دروازے پر کھڑی ہے اور وہ بھی یہی سوال پوچھنا چاہتی ہے جو میرا سوال ہے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور ہیبت ڈال دی تھی اس وجہ سے ہم دونوں باہر کھڑے تھے۔ اتنے میں (حضرت) بلال رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے باہر نکلے تو ہم نے ان سے کہا کہ جاؤ اور حضورؐ کو بتلاؤ کہ دو عورتیں آپ کے دروازہ پر کھڑی ہیں اور یہ مسئلہ پوچھتی ہیں کہ زوجین (میاں بیوی) کا آپس میں ایک دوسرے کو صدقہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یا ایسے یتیم بچوں کو صدقہ دینا جو ان کے زیر کفالت ہوں؟ اور حضور علیہ السلام کو یہ مت بتانا کہ ہم کون ہیں؟ آپ فرماتی ہیں کہ بلال حضورؐ کے پاس گئے اور ان سے یہ مسئلہ پوچھا تو حضورؐ نے فرمایا کہ وہ دو عورتیں کون ہیں؟ حضرت بلالؓ نے عرض کیا کہ ایک عورت تو انصار کی ہے اور دوسری زینب ہیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ﴿ای الزیانب؟﴾ یعنی "زینبوں میں سے کون سی زینب؟" بلالؓ بولے کہ وہ زینب جو عبداللہ (ابن مسعودؓ) کی بیوی ہے۔ حضورؐ نے اس مسئلہ پر جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ان دونوں

(یعنی زینب اور عبداللہ ابن مسعودؓ) کے لیے دو اجر ہوں گے، ایک تو قرابت داری کا اجر اور دوسرا صدقہ کا اجر۔[1] (صحیح مسلم و بخاری)

مسئلہ

لیکن اب سوال یہ ہے کہ یہ مسئلہ کہ زوجین ایک دوسرے کو صدقہ دے سکتے ہیں، صرف حضرت ابن مسعود اور ان کی اہلیہ کے لیے خاص ہے؟ یا تمام اُمّت کے شوہر اور بیویاں ایک دوسرے کو صدقہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اس میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ زوجین ایک دوسرے کو زکوٰۃ اور صدقہ نہیں دے سکتے۔ اصل میں ان کے نزدیک یہ حکم صدقاتِ واجبہ اور زکوٰۃ کا ہے جہاں تک صدقات نافلہ کا تعلق ہے دو زوجین کے لیے ایک دوسرے کو صدقہ دینا جائز ہے جیسا کہ مذکورہ حدیث میں ہے باقی رہی یہ بات کہ صدقات واجبہ یا زکوٰۃ کا یہ حکم کیوں نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے کہ زوجین ایک دوسرے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے کہ میں عبداللہ ابن مسعود اور چار افراد اور تھے، ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ مشرکین نے آپؐ سے یہ کہا کہ اگر آپ ان کو (یعنی یہ صحابہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے) اپنے پاس سے ہٹا دیں تو ہم آپ پر اسلام لانے کے لیے حاضر ہو جائیں گے کیونکہ ہمیں اس بات سے شرم آتی ہے کہ ہم بھی ان (خستہ حال) لوگوں کی طرح آپؐ کے تابعین میں سے ہو جائیں تو یہ بات سُن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں جو اللہ تعالیٰ نے

[1] مشکوٰۃ المصابیح ج ا ص ۱۷۰-۱۷۱ باب فضل الصدقہ۔

چاہا ہوگا وہی آیا ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر یہ آیات اُتاریں ہیں۔[1]

﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ

فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ﴾

"اور ان لوگوں کو اپنی مجلس سے نہ نکالیے جو صبح و شام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں جس سے صرف اللہ کی رضا ہی کا قصد کرتے ہیں اور ان کا حساب ذرا بھی آپ کے ذمہ نہیں اور آپ کا حساب ذرا بھی ان کے متعلق نہیں کہ آپ ان کو نکال دیں ورنہ آپ نامناسب کام کرنے والوں میں ہو جائیں گے اور (ہم نے مومنوں کو غریب، کافروں کو رئیس بنا رکھا ہے جو بظاہر بمقتضائے قیاس بعید ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ) اسی طور پر ہم نے ایک کو دوسرے کے ذریعہ آزمائش میں ڈال رکھا ہے تاکہ یہ لوگ کہا کریں، کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے فضل کیا، کیا نہیں ہے اللہ خوب جاننے والا شکر کرنے والوں کو۔"

(ماخوذ از معارف القرآن)

---

[1] تفسیر الجلالین سورۃ انعام آیت ۵۲، ۵۳ ص ۱۸۶ و صفحہ آخر ۲ اسباب نزول الآیہ ص ۲۲۲ للعلامہ "السیوطی" (طبع قی الحسین)۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید بخار تھا، میں نے ہاتھ سے حضورؐ کے بدن کو چھوا اور عرض کیا" یارسول اللہ آپ کو تو بہت شدید بخار ہے۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جی ہاں میں اتنے شدید بخار میں مبتلا ہوں جتنا تم دو آدمیوں کا بخار ہوتا ہے۔" میں نے عرض کیا" یا رسول اللہ! یہ اس وجہ سے ہے تا کہ آپؐ کو دو آدمیوں کے جتنا بخار کا اجر ملے (یعنی دو گنا اجر ملے)" اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! اور پھر فرمایا کہ کوئی بھی مسلمان جس کو مرض کی وجہ سے تکلیف پہنچے یا بغیر مرض کے ویسے ہی کوئی تکلیف پہنچے تو اللہ تعالیٰ اس تکلیف کے سبب اس کے گناہوں کم کر دیتے ہیں جس طرح درخت کے پتے گرتے رہنے سے درخت کم ہو جاتا ہے۔[1] (بخاری و مسلم)

حضرت شقیق[ع] فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیمار ہوئے۔ ہم لوگ عیادت کے لیے گئے تو آپ رونے لگے۔ لوگوں نے (یہ گمان کر کے کہ وہ بیماری کی تکلیف اور اپنی زندگی کی وجہ سے رو رہے ہیں) اس پر ناگواری کا اظہار کیا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں بیماری کی وجہ سے نہیں رو رہا ہوں کیونکہ میں نے تو خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ بیماری گناہوں کے دور ہونے کا سبب ہے، میں صرف اس لیے رو رہا ہوں کہ میں سستی (یعنی بڑھاپے) کی حالت میں بیماری میں مبتلا ہوا، قوت (یعنی جوانی) کی حالت میں یہ بیماری مجھے نہ آئی کیونکہ بندہ

[1] مشکوٰۃ، ج ۱، ص ۱۳۴۔

[ع] آپ ایک بہت جلیل القدر تابعی گزرے ہیں، آپ کا پورا نام شقیق بن مسلمہ ہے۔

کے لیے بیماری کے بعد اعمال کا وہی اجر لکھا جاتا ہے جو بیماری سے پہلے اعمال کا اجر ہوتا ہے۔ (یعنی اگر جوانی میں بیمار ہوتا تو مجھے ان اعمال کا اجر ملتا جو میں جوانی میں کیا کرتا تھا اور جوانی میں اعمال زیادہ کرتا تھا، اس لیے اجر بھی زیادہ ہوتا، بڑھاپے میں چونکہ زیادہ اعمال نہیں کرسکتا، اس لیے بیماری میں اجر بھی کم ہوگا۔[1] (رزین)

حضرت علقمہؓ فرماتے ہیں کہ میں ملک شام آیا اور میں نے دو رکعتیں پڑھ کر یہ دعا کی کہ مجھے کوئی نیک ہم نشین میسر فرما دیں، پھر میں کچھ لوگوں کے پاس گیا اور وہاں بیٹھ گیا۔ اچانک ایک بوڑھے سے آدمی آئے اور میرے پہلو میں بیٹھ گئے، میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا "ابوالدرداءؓ" میں نے کہا کہ "میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ مجھے جلیس صالح عطا فرمائیں اور اللہ نے میری دعا قبول کرلی۔ حضرت ابوالدرداءؓ نے مجھ سے پوچھا تم کون ہو؟ میں نے بتایا کہ میں کوفہ سے آیا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ کیا تمہارے پاس ابن ام عبد (یعنی ابن مسعودؓ) نہیں ہیں جو حضورؐ کے جوتے اُٹھانے والے اور حضور کے صاحب الوسادۃ (یعنی تکیہ والے) اور صاحب المطہرۃ (یعنی حضورؐ کو وضو کرانے والے اور وضو کے پانی کے برتن کو اپنے ساتھ رکھنے والے) ہیں۔[2] (بخاری)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو انہوں نے فرمایا کہ "علم چار آدمیوں کے پاس تلاش کرو۔ وہ چار یہ ہیں۔ عویمر ابی الدرداء، سلمان، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت عبداللہ بن سلام جو پہلے یہودی تھے اور بعد میں اسلام لائے۔ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ "میں نے حضرت عبداللہ بن سلام

---

[1] مشکوٰۃ ج نمبر ۱ ص ۱۳۸ (باب عیادۃ المریض)۔ [2] مشکوٰۃ ج نمبر ۲ ص ۵۷۳۔

کے بارے میں حضورؐ سے یہ سنا کہ عبداللہ بن سلام جنت کے دس لوگوں میں دسویں ہوں گے۔[1] (ترمذی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ہر نبی کے سات ایسے رفیق ہوتے ہیں جو اس نبی کے دین کے رقیب بھی ہوتے ہیں اور بہت صالح رفیق ہوتے ہیں۔" حضورؐ نے فرمایا "لیکن مجھے ایسے چودہ دیئے گئے ہیں۔ صحابہؓ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ وہ چودہ کون ہیں تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں، حسن، حسین، جعفر، حمزہ، ابوبکر، عمر، مصعب بن عمیر، بلال، سلمان، عمار بن یاسر، عبداللہ بن مسعود، ابوذر اور مقداد بن اسود[2] رضی اللہ عنہم۔ (ترمذی)

اتباعِ سنّت کا حال

حضرت عبدالرحمٰن بن یزیدؒ فرماتے ہیں کہ "میں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طور طریق اور سیرت میں سب سے زیادہ مشابہ ہوتا کہ ہم اس سے علم حاصل کرسکیں، تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا کہ "ہم سوائے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طور وطریق وسیرت میں سب سے زیادہ مشابہ ہیں۔ ان کے علاوہ کسی کو اس حد درجہ مشابہ نہیں سمجھتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام بڑے صحابہ اس بات کو جانتے ہیں کہ "ابن اُمِّ عبد (یعنی حضرت ابن مسعودؓ) وسیلے کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب ہیں۔ اور ترمذی کی ایک روایت میں حضرت ابن مسعودؓ کے لیے یہ الفاظ ہیں اقربھم الی اللہ زلفی یعنی اللہ تعالیٰ کے وہ مرتبہ میں

1۔ مشکوٰۃ ج نمبر ۲ ص ۵۷۹۔ 2۔ مشکوٰۃ ج نمبر ۲ ص ۵۷۹۔

زیادہ قریب ہیں۔ (بخاری)

آخری جنتی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ" آخری شخص جو جہنم سے نکل کر جنت میں داخل ہوگا وہ جہنم میں رہنے کے سبب اتنا لاغر ہوگا کہ ایک مرتبہ چلے گا، پھر گر جائے گا، پھر چلے گا، پھر گرے گا، کبھی آگ اس کو اپنی طرف کھینچے گی، جب وہ راستہ پار کرلے گا تو جہنم کی طرف منہ کر کے کہے گا کہ بڑی بابرکت ہے وہ ذات جس نے مجھ کو تجھ سے نجات دلائی اور بے شک مجھے اللہ تعالیٰ نے اب ایسی نعمت عطا کی ہے جو کہ اوّل و آخر کسی کو ایسی نعمت نہیں دی گئی، یہاں تک کہ اس کو ایک درخت نظر آئے گا تو وہ اللہ تعالیٰ سے کہے گا اے میرے پروردگار مجھے اس درخت کے قریب کردیں تاکہ میں اس سے سایہ بھی حاصل کروں اور اس کا رس بھی پیوں، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے" اے ابن آدم میں اگر تمہیں یہ نعمت دے دوں تو شاید تم مجھ سے کچھ اور بھی مانگو گے" وہ کہے گا "نہیں میرے پروردگار" اور وہ اللہ تعالیٰ سے معاہدہ کرلے گا کہ وہ اس درخت کے علاوہ کچھ نہ مانگے گا لیکن اللہ رب العزت جانتے ہیں کہ وہ ان سے دوبارہ کسی دوسری چیز کا سوال کرے گا، اس لیے اللہ تعالیٰ اس کو معذور سمجھیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو پتہ ہے کہ اس بندہ کو اگلی چیز دیکھنے کے بعد صبر نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کا سوال قبول کر کے اس درخت کو اس کے لیے قریب کردیں گے، وہ بندہ اس درخت کا سایہ بھی لے گا اور اس کے پھلوں کا رس بھی پئے گا، پھر اس کے سامنے ایک اور درخت بلند کردیا جائے گا۔ جو

[1] جامع الاصول، ج نمبر ۹، ص ۴۷۔

پہلے درخت سے بہت اچھا ہوگا، وہ بندہ کہے گا کہ "اے رب! میں اس والے درخت کا رس پیوں گا، اور سایہ حاصل کروں گا اور اسکے علاوہ اور کچھ نہیں مانگوں گا۔" اللہ رب العزت فرمائیں گے "اے ابن آدم کیا تم نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ میں اس درخت کے علاوہ آپ سے کچھ نہ مانگوں گا۔ ہوسکتا ہے کہ میں اب دوبارہ درخت تمہارے قریب کردوں تو تم مجھ سے دوبارہ کچھ مانگو" بندہ دوبارہ اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرے گا کہ آئندہ میں کچھ نہیں مانگوں گا، بس آپ یہ والا درخت قریب کردیں لیکن اللہ رب العزت جانتے ہیں کہ اس کو صبر نہیں ہے، اس لیے اس کو معذور سمجھیں گے اور اس درخت کو قریب کردیں گے، وہ اس سے بھی سایہ لے گا اور اس کا رس بھی پیئے گا پھر ایک اور درخت اس کو نظر آئے گا جو جنت کے دروازہ کے بالکل قریب ہوگا اور پہلے دو درختوں سے بھی بہت اچھا ہوگا، پھر بندہ تڑپ جائے گا اور کہے گا کہ "اے پروردگار مجھے اس درخت کے قریب کردیجئے تاکہ میں اس کا سایہ بھی حاصل کروں اور اس کا رس بھی پیوں، اس کے علاوہ میں اور کچھ نہ مانگوں گا، اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائیں گے کہ "اے ابن آدم کیا تم نے مجھ سے عہد نہیں کیا تھا کہ تم اس درخت کے علاوہ اور کچھ نہ مانگو گے، بندہ کہے گا 'جی ہاں' میرے رب بس یہ دے دیں، اس کے علاوہ اور کچھ نہ مانگوں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے شاید میں اگر یہ درخت تجھ سے قریب کردوں تو اس کے علاوہ بھی تم مجھ سے آئندہ کسی اور چیز کا مطالبہ کرو گے تو وہ ایک مرتبہ اور وعدہ کرے گا اور کچھ نہ مانگے گا لیکن اللہ تعالیٰ چونکہ یہ جانتے ہیں کہ اس کو صبر نہیں اس لیے اس کو معذور سمجھیں گے اور اس شخص کو درخت کے قریب کردیں گے جب وہ اس درخت کے قریب پہنچے گا تو اس کو جنتیوں کی آوازیں آئیں گی اور ان آوازوں کو سن کر بندہ پھر اللہ

تعالیٰ سے مخاطب ہوگا اور کہے گا کہ "اے رب مجھے اس جنت کے اندر داخل کردیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے "اے رب مجھے اس جنت کے اندر داخل کر دیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے "اے ابن آدم وہ کیا چیز ہوگی جو تیرے سوالات کو مجھ سے ختم کردے، کیا تو اس پر راضی ہوگا کہ میں تجھے ایک دنیا اور اس کے مثل ایک اور دنیا عطا کروں۔" بندہ کہے گا کہ "اے رب کیا آپ میرا مذاق اڑاتے ہیں (کیونکہ میں تو ہرگز اس کے قابل نہیں) حالانکہ آپ تمام جہانوں کے پروردگار ہیں۔

یہ واقعہ سناتے ہوئے حضرت ابن مسعود ہنسے اور فرمایا کہ "کیا آپ مجھ سے یہ نہیں پوچھیں گے کہ میں کیوں ہنسا؟" لوگوں نے پوچھا کہ "حضرت آپ کیوں ہنسے؟" تو حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ اس جگہ یہ واقعہ سناتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہنسے تھے اور آپؐ نے صحابہ سے پوچھا تھا کہ مجھ سے کیوں نہیں پوچھتے کہ میں کیوں ہنسا؟ صحابہ نے عرض کیا تھا کہ یارسول اللہ آپ کیوں ہنسے تھے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

﴿من ضحك ربي حين قال أتستهزء مني و انت رب العلمين﴾

"میں اپنے پروردگار کے ہنسنے کی وجہ سے ہنسا تھا چونکہ جب بندہ نے کہا تھا کہ اے رب العالمین آپ میرا کیوں مذاق اڑاتے ہیں (اس وقت اللہ تعالیٰ ہنسے تھے) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا"

﴿انی لا أستهزاء منك ولكني على ما أشاء قدير﴾

"بے شک میں تم سے مذاق نہیں کرتا بلکہ میں جس چیز پر چاہوں

قادر ہوں۔"　　　　(رواہ مسلم)

حضرت زر بن حبیش حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پیلو کے درخت سے مسواک چن رہے تھے، آپؓ کی پنڈلیاں دبلی پتلی تھیں، ہوا نے آپؓ کو مخالف سمت کی طرف پھیرنا شروع کر دیا، اس پر لوگ ہنسنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کس وجہ سے ہنس رہے ہو؟ تو صحابہؓ نے عرض کیا یا نبی اللہ ہم ابن مسعودؓ کی پنڈلیوں کے دبلا پن کے سبب ہنس رہے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ابن مسعودؓ کی یہ دو پنڈلیاں آخرت کے میزان میں اُحد پہاڑ سے زیادہ بھاری ہوں گی ہے[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں تم میں سے کسی کو بغیر مشورہ کے امیر مقرر کرتا تو میں ابن ام عبد (یعنی عبداللہ بن مسعودؓ) کو امیر مقرر کرتا ہے[2]

حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[3] "تم میرے بعد صحابہ میں سے ابوبکر وعمر (رضی اللہ عنہما) کی اقتدا کرو اور عمار کی وصیت سے رہنمائی حاصل کرو اور ابن ام عبد (یعنی ابن مسعودؓ) کے عہد کو مضبوطی سے تھام لو۔

اور حضرت حذیفہ کی حدیث میں یہ بھی اضافہ ملتا ہے کہ ابن مسعودؓ تم کو جو بھی حدیث بتائیں اس کی تصدیق کرو۔　　　　(ترمذی)

ابوالاحوص عوف بن مالک فرماتے ہیں کہ "میں ابوموسیٰ اشعری اور ابومسعود انصاری (رضی اللہ عنہما) کی مجلس میں حاضر تھا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل، ج نمبر ۶، حدیث نمبر ۳۹۹۱۔ [2] جامع الاصول، ج نمبر ۹، ص ۳۰۶ فی مناقب ابن مسعود۔
[3] مشکوٰۃ، ج ۲، ص ۵۷۸۔

عبداللہ ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) کا انتقال ہوا۔ ان دونوں میں سے کسی ایک نے دوسرے سے کہا کیا ابن مسعود نے اپنے جیسا کوئی بھی چھوڑا ہے؟ پھر ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا ان کی شان تو یہ تھی کہ جب ہمیں حضور کی مجلس سے روکا جاتا تو ان کو اجازت دے دی جاتی اور جس وقت ہم حضورؐ کے پاس سے غائب ہوتے تو یہ اس وقت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوتے تھے[1] (مسلم)

حضرت مسروقؒ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے پاس بیٹھے تھے اور ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر کر رہے تھے تو حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے فرمایا کہ میں اس شخص سے اس وقت سے مسلسل محبت کرتا ہوں جب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے یہ کہتے ہوئے سُنا کہ قرآن مجید ان چار آدمیوں سے سیکھو، عبداللہ بن مسعودؓ، سالم مولی ابی حذیفہ، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ۔ (مسلم)

حضرت ابو عبیدہؓ، حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ "ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں بیٹھے دعا کر رہے تھے اسی دوران حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور آپ کو دعا مانگتے ہوئے دیکھا تو آپؐ نے حضرت ابن مسعودؓ سے فرمایا کہ اس وقت تم جو چاہے مانگو مل جائے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ یہ دعا مانگ رہے تھے۔

﴿اللّٰهم انی اسألك ایماناً لا یرتدو نعماً لا ینفدو مرافقة النبی صلی الله علیه وسلم فی أعلیٰ غرف الجنة جنة الخلد﴾

---

[1] اخرجہ الامام ج ۲ حدیث نمبر ۹۳ ۲۴ ص ۱۹۱۳ (باب فضائل الصحابہ من فضائل ابن مسعود)۔

"یعنی یا اللہ میں آپ سے ایسا ایمان طلب کرتا ہوں جس میں کبھی ارتداد نہ ہو اور ایسی نعمت جو کبھی ختم نہ ہو اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنتِ خلد کے اعلیٰ کمروں میں رفاقت طلب کرتا ہوں۔"

اسی قسم کی ایک اور روایت ہے جس میں یہ بھی ہے کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) بھی تھے، جب انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کلمہ سنا کہ ابن مسعود تم اس وقت جو بھی دعا مانگو گے قبول ہوگی تو دونوں حضرات بہت تیزی سے بھاگ کر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس گئے اور ان سے پوچھا کہ اس وقت تم کونسی دعا مانگ رہے تھے جب حضورؐ نے یہ کلمہ ارشاد فرمایا، تو انہوں نے وہی مذکورہ بالا دعا بتائی کہ میں وہ مانگ رہا تھا۔

ایک دفعہ آپ نے تقریر کے دوران فرمایا "آپ لوگ فی الحال لیل ونہار کی راہ گزر پر اتنے وقت کے لیے ہیں جو روز بروز کم ہو رہا ہے اور جس میں تمام اعمال محفوظ ہو رہے ہیں۔ موت اچانک آئے گی جس نے اچھا بویا قریب ہے کہ وہ رغبت کے ساتھ اسے کاٹے اور جس نے بُرا بویا قریب ہے کہ وہ ندامت کے ساتھ کاٹے، اور کاشتکار کو وہی ملے گا جو اس نے بویا۔ کوئی سست اور کاہل شخص محض اپنے نصیب کی وجہ سے سبقت نہیں لیجا سکتا اور کوئی حریص شخص اپنی آرزوؤں سے وہ نہیں پا سکتا جو اس کے مقدر میں نہیں، پس جس کو اچھا دیا گیا تو اس کو اللہ نے دیا اور جس کو بُرائی سے بچایا گیا تو اللہ ہی نے اُسے بچایا ہے۔ متقی اور پرہیزگار سردار ہیں اور فقہاء قائد ہیں اور ان کی مجلسیں علم میں اضافہ کا باعث ہیں[1]"

[1] سیر اعلام النبلاء، جزء اوّل ص ۴۹۷۔

ایک دفعہ ارشاد فرمایا:

﴿ارض بما قسم اللہ تکن من أغنی الناس و اجتنب المحارم تکن من اورع الناس و أدّ من ما افترض علیك تکن من اعبد الناس۔﴾

"جو کچھ اللہ نے تمہیں دیا ہے، اس پر راضی ہو جاؤ تو تم لوگوں میں سب سے زیادہ غنی ہو جاؤ گے اور حرام کاموں سے بچو گے تو تم سب سے زیادہ پرہیزگار و متقی بن جاؤ گے اور ان فرائض و واجبات کو ادا کرو جو تم پر فرض کیے گئے تو تم سب سے زیادہ عبادت گزار ہو جاؤ گے۔[1]"

خدا کا خوف اس قدر تھا کہ فرماتے ہیں کہ میں اگر کسی کو بُرا کہوں تو ڈر رہتا ہے کہیں میں خود کتا نہ ہو جاؤں اور میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں، کسی ایسے شخص کو دیکھوں جو نہ تو دنیا کے کام میں مشغول ہے اور نہ آخرت کے کام میں۔[2]

اسی طرح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے آخرت کو مقصود بنایا اس نے دنیا کا نقصان کیا اور جس نے دنیا کو مقصود بنایا اس نے آخرت کا نقصان کیا۔ اے لوگو! باقی رہنے والی آخرت کے مقابلے میں فنا ہونے والی دنیا کا نقصان برداشت کر لو۔

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پر غور کیا تو محسوس ہوا کہ چھ افراد پر صحابہؓ کے علم کی انتہا ہوئی ہے۔

---

[1] سیر اعلام النبلاء، ج ۱، ص ۴۹۷۔ [2] ایضاً ص ۴۹۶ ج ۱۔

حضرت علیؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عبداللہ (ابن مسعودؓ) حضرت زیدؓ ابن ثابتؓ، حضرت ابوالدرداءؓ، حضرت اُبی ابن کعب (رضی اللہ عنہم اجمعین) پھر میں نے ان چھ افراد کے بارے میں غور کیا تو اندازہ ہوا کہ ان سب کے علم کی انتہا دو افراد پر ہوتی ہے۔ ایک حضرت علیؓ، دوسرے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ [۱]

خانگی زندگی

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیوی بچوں سے محبت رکھتے تھے۔ گھر میں داخل ہوتے تو باہر ہی سے کھنکھارتے اور بلند آواز سے کچھ بولتے تا کہ گھر کے لوگ باخبر ہو جائیں۔

ان کی اہلیہ محترمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "ایک روز حضرت عبداللہ کھنکھارتے ہوئے اندر آئے۔ اس وقت ایک بوڑھی عورت مجھے گنڈے پہنا رہی تھی۔ میں نے ان کے ڈر سے اس کو پلنگ کے نیچے چھپا دیا۔ عبداللہؓ آ کر میرے پاس بیٹھ گئے اور گلے کی طرف دیکھ کر پوچھا یہ دھاگہ کیسا ہے؟' میں نے کہا گنڈا ہے، انہوں نے اس کو توڑ کر پھینک دیا اور کہا عبداللہ کا خاندان شرک سے بری [ع] ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ گنڈے شرک میں داخل ہیں۔ میں نے کہا آپ یہ کیا کہتے ہیں میری آنکھیں دکھتی تھیں تو میں فلاں یہودی سے گنڈے لینے جایا کرتی تھی اور اس کے عمل سے سکون ہو جاتا تھا، بولے یہ سب عمل

[۱] طبقات ابن سعد ج نمبر۲ ص ۱۵۴۔

[ع] ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ اس گنڈے پر شرکیہ کلمات پڑھے گئے ہیں۔ جیسا کہ آگے یہودی سے گنڈا لینے سے ظاہر ہے۔

شیطانی ہے اور شیطان تمہاری آنکھ میں انگلی چبھو دیتا ہے جس سے یہ تکلیف پیدا ہو جاتی ہے اور جب تم اس یہودی سے گنڈا لیکر آتی ہو تو وہ اپنی انگلی ہٹا لیتا ہے اور تکلیف بھی ختم ہو جاتی ہے۔ بس تمہارے لیے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا کافی ہے کہ:

﴿اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ اشْفِ اَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ

اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا﴾ (ابوداؤد)

"خوف دور کر اے پروردگار شفا دے تو ہی شفا دینے والا ہے، تیرے سوا کوئی شفا نہیں دے سکتا، وہ شفاء ایسی ہو جو کسی بیماری کو نہ چھوڑے۔"

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ لعنت کرے بدن گودنے والیوں اور گدوانے والیوں پر اور بال[1] نچوانے والیوں پر اور دانتوں[2] کے درمیان حُسن کی خاطر خلا پیدا کروانے والیوں پر۔

یہ بات بنی اسد کی ایک عورت اُم یعقوب کو پہنچی تو وہ حضرت عبداللہؓ کے پاس چلی آئی اور کہنے لگی کہ مجھے پتا چلا ہے کہ آپ نے فلاں فلاں عورت پر لعنت کی ہے تو حضرت عبداللہؓ نے جواب دیا کہ میں ان پر کیوں لعنت نہ بھیجوں جن پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے اور جن کا ذکر کتاب اللہ میں ہے، وہ کہنے لگی کہ

---

[1] عورتیں حُسن کے لیے اپنے چہروں اور جسم پر سوئی سے کھدوا کر نام یا نقش و نگار وغیرہ بنالی تھیں۔ اس کو اردو میں "گودنا" کہتے ہیں۔ [2] بال نچوانے سے مراد چہرے کی بھوں اور رخسار وغیرہ سے حُسن کی خاطر بال نوچنا ہے۔

[2] پہلے زمانہ میں عورتیں حُسن کے لیے دانتوں کو گھس کر دانتوں کے درمیان خلا کرواتی تھیں تاکہ کم عمر معلوم ہوں۔

میں نے تو پورے قرآن کو پڑھ لیا۔ لیکن اس قسم کی عورتوں پر کہیں لعنت کا ذکر نہیں ملا۔
حضرت عبداللہؓ نے فرمایا اگر تو غور سے پڑھتی تو مل جاتا۔ کیونکہ قرآن میں ہے وَمَا آتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (یعنی رسول جس چیز کا امر کریں اس کو تھام لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ) عورت کہنے لگی، ہاں یہ آیت تو پڑھی ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (مذکورہ افعال) سے منع فرمایا ہے، تو وہ کہنے لگی کہ آپ منع کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ کی گھر والی (زوجہ محترمہ) خود یہ کام کرتی ہیں، تو حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ جا کر خود دیکھ لو، وہ (حضرت ابن مسعودؓ کی اہلیہ کے پاس) گئی تو اس کو ان افعال میں سے کچھ نظر نہ آیا، تو حضرت عبداللہؓ نے کہا کہ اگر وہ یہ افعال کرتی ہوتیں تو کبھی ہمارے ساتھ نہیں رہ سکتی تھیں۔ (صحیح البخاری۔ ج نمبر ۲ ص ۷۲۵)

علمی لطیفہ

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ سفر فرما رہے تھے کہ ایک جماعت سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ پوچھو تم کون ہو؟، اس میں حضرت عبداللہ بھی تھے۔ آپ نے جواب دینے کے لیے کہلوایا "اقبلنا من الفج العمیق" (یعنی ہم بہت دور دراز سے آئے ہیں) حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ تم کہاں جا رہے ہو؟ تو حضرت ابن مسعود نے جواب دیا "الی البیت العتیق" (یعنی بیت اللہ کی طرف) پھر حضرت عمرؓ نے پوچھوایا کہ قرآن پاک کی کون سی آیت سب سے پُر عظمت ہے؟ حضرت عبداللہ نے آدمی سے کہا کہ "آیت الکرسی بلند آواز سے پڑھ کر سنا دو۔ حضرت

عمرؓ نے کہا کہ سوال کرو کہ وہ کون سی آیت ہے جس کے ہر حصے پر عمل ضروری ہے؟ حضرت عبداللہ نے جواب دلوایا۔

﴿"اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ[1]﴾ (آیت ۹۰ سورہ نحل)

پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ دریافت کرو کہ قرآن کی سب سے جامع آیت کون سی ہے؟ حضرت عبداللہ نے جواب دلوایا

﴿"فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ[2]"﴾ (سورہ زلزال آیت ۸)۔

پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ سوال کرو کہ قرآن مجید کی وہ کون سی آیت ہے جو کپکپا دینے والی ہے؟ حضرت عبداللہ نے جواب دلوایا

﴿لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ط مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا[3]﴾ (سورہ نساء)۔

(۱) ترجمہ: بے شک اللہ حکم کرتا ہے انصاف کرنے کا اور بھلائی کرنے کا اور قرابت والوں کے دینے کا اور منع کرتا ہے بے حیائی اور نامعقول کام کرنے اور سرکشی سے اور تم کو سمجھاتا ہے تاکہ تم یاد رکھو (معارف القرآن ج ۵، پ ۱۴ آیت ۹۰)

(۲) ترجمہ: جو شخص (دنیا میں) ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا اور جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا (معارف القرآن ج ۸، ص ۸۰۱، پ ۳۰)

(۳) ترجمہ: نہ تمہاری تمناؤں سے کام چلتا ہے اور نہ اہل کتاب کی تمناؤں سے جو شخص کوئی برا کام کرے گا وہ اس کے عوض میں سزا دیا جائے گا اور اس شخص کو خدا کے سوا کوئی یار ملے گا اور نہ کوئی مددگار ملے گا (معارف القرآن ج ۲ سورۃ نساء، آیت ۱۲۳ پ ۵)

پھر حضرت عمرؓ نے آواز دلوائی کہ دریافت کرو کہ قرآن کی سب سے زیادہ پُر اُمید آیت کون سی ہے؟ حضرت عبداللہؓ نے جواب دلوایا۔

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ

رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ

هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ (1) (سورہ زمر آیت ۵۳)

پھر حضرت عمرؓ نے دریافت کرایا کہ کیا قافلہ میں عبداللہ بن مسعود ہیں؟

قافلہ والوں نے جواب دیا "جی ہاں" (2)

درس و تدریس

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کوفہ میں باقاعدہ حدیث، فقہ اور قرآن کا درس دیا کرتے تھے۔ ان کی درس گاہ میں شاگردوں کا بڑا مجمع رہا کرتا تھا جن میں حضرت علقمہ، اسود، مسروق، عبیدہ، حارث، قاضی شریح اور ابووائل نہایت مشہور تھے، بالخصوص حضرت علقمہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے خاص شاگرد تھے اور ہر چیز میں ان کی اقتداء کرتے تھے، یہاں تک کہ لوگوں کا بیان ہے کہ جس نے علقمہ کو دیکھا اس نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ لیا۔

حضرت علقمہؒ کے شاگرد ابراہیم نخعیؒ اور حضرت ابراہیم نخعیؒ کے شاگرد حمادؒ ہیں اور حمادؒ کے شاگرد امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اس طرح حضرت امام صاحبؒ

(۱) ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں کہ تم خدا کی رحمت سے نا اُمید مت ہو اور بالیقین اللہ تعالیٰ (اسلام کی برکت سے) تمام گناہوں کو معاف فرمادے گا۔ واقعی وہ بڑا بخشنے والا ہے، بڑی رحمت کرنے والا ہے (معارف القرآن ج ۷ پ ۲۴ سورۃ زمر آیت نمبر ۵۳)۔

(۲) حضرت عبداللہ ابن مسعود اور ان کی فقہ ص ۱۰۹ واللہ اعلم بالصواب۔

کا یہ علمی سلسلہ تلمذ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تک اور حضرت ابن مسعودؓ کے واسطہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک جا پہنچتا ہے۔

والله اعلم بالصواب

﴿اللّهم اغفرلی و لوالدی ولمن سعیٰ فیه وصلی الله علی النبیّ الامیّ وعلی آله و صحبه وسلّم۔﴾





بیت العلوم
قرآن مجید اور اسلامی کتابوں کا مرکز